خوب صورت مذاق

عظمیٰ ضیا

تیری یاد ساتھ ہے"

ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ اس کے موبائل کی اسکرین پہ یو ٹیوب کی بجائے پی ڈی ایف فائل کھلی ہوئی تھی جو مینہ نے اسے بھیجی تھی۔

"ثمرین خان کا نیا ناول ہے۔ "خوب صورت مذاق" مزاحیہ ناول ہوگا۔ امید ہے آپ کا موڈ فریش ہوگا ضرور پڑھیے گا میں بھی یہی پڑھنے والی ہوں۔" مینہ نے پی ڈی ایف فائل بھیجی تھی جسے اسے چار و ناچار کھولنا ہی پڑا تھا۔ ایک صفحہ پڑھنے کے بعد اسے اس میں مذاق کا کوئی سین نظر نہیں آیا سو اس نے اکتاتے ہوئے فائل بند کر دی تھی۔

جب سے امی ابا عمرہ کے لیے گئے تھے، وہ اسے بہت کم ہی اکیلا چھوڑتی تھی۔ اگر کبھی وہ اکیلا ہوتا بھی تو وہ واٹس ایپ پہ اسے میسج کر کے تھکا دیتی۔

"آپ ٹھیک تو ہیں لڈو بھائی..... آپ سو گئے لڈو بھائی، کیا کر رہے ہیں؟ وغیرہ، وغیرہ۔" اس کی گول مٹول جسامت کی وجہ سے وہ اسے لڈو کہہ کر پکارتی تھی۔ اس نے باورچی خانے کا کام ختم کیا اور موبائل لے کر اسے دوبارہ میسج کیا۔

"پڑھ رہے ہیں لڈو بھائی؟ میں بس برتن دھو کر پڑھتی ہوں پھر صبح تبادلہ خیال کریں گے۔" اس کی طرف سے دوبارہ واٹس ایپ پہ میسج موصول ہوا۔

"ایسے لگ رہا ہے جیسے ہم ایک گھر میں نہیں۔ دو الگ الگ شہروں میں رہ رہے ہیں۔" وہ اس کی پروا نیم انداز میں مسکراتے ہوئے بعد ازاں سنجیدہ ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ایک گھر میں رہتے ہوئے شہروں جتنے فاصلے قائم کرنے والا بھی وہ خود ہی تھا۔

اس نے فائل دوبارہ کھولی اور ٹیرس پہ آ گیا۔ کھلے

سے دیکھا۔
"لڈو بھائی..... لڈو بھائی..... آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ عارفہ کے لیے بازار سے گجرے تولا دیں۔" اس کے منہ سے اپنے مقابل حریف کا لڈو نام سنتے ہی لڑکیوں کا زوردار قہقہہ بلند ہوا۔
"اوہ..... واؤ..... لڈو....."
"مینہ..... کیا ہے، احمر کہو ناں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔
"اچھا ٹھیک ہے لیکن وہ گجرے..... عارفہ نے....."
"سوری..... میں نہیں جاسکتا، بزی ہوں، سنگیت کا مقابلہ ہونے والا ہے سو کسی اور کو بھیج دو۔" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بڑی بے نیازی سے بولا۔
"ہا..... لڈو بھائی..... حد ہے..... عارفہ کی فرمائش پہ ہی یہاں آئی ہوں۔" آئم نے ایک نظر مینہ پر ڈالی جو اپنے بھائی سے فرمائش کر رہی تھی۔ احمر نے دوبارہ لڈو سنا تو گڑبڑا گیا۔
"کہیں تو عزت رہنے دو میری۔" وہ دل ہی دل میں خود سے بولا۔
"اچھا..... وہ کہہ رہی ہے جب تک احمر گجرے لاکر نہیں دے گا۔ وہ مہندی کے لیے اسٹیج پہ نہیں آئے گی تو پلیز آپ....."
"اوہ..... ویری رومینٹک۔" لڑکیوں کا قہقہہ بلند ہوا۔
"یہ بات سر عام بتانے کی کیا ضرورت تھی مینہ؟" احمر دانت پیستے ہوئے بولا تو وہ چپ کر گئی۔
پورا ہال مہندی کی تقریب کے لیے سجا ہوا تھا۔ ایک طرف لڑکے اور دوسری طرف لڑکیاں سنگیت کے مقابلے کے لیے تیار تھیں۔ ان میں احمر بناء اس بات کی پرواہ کیے کہ وہ دلہا ہے، اپنے دوستوں کے ساتھ موجود تھا۔
"جی..... تو دلہا بھائی..... آپ جایئے بیگم کے لیے گجرے لینے، آپ سے مقابلہ نہیں ہوگا ہم فیصل آباد کی لڑکیوں سے۔" آئم شوخ و چنچل انداز سے اسے ناک چڑھاتے ہوئے بولی تھی۔
"دیکھا؟" احمر نے مینہ کی طرف اشارہ کیا۔ "ابھی مقابلہ ہوا ہی نہیں کہ تم آگئیں۔ عارفہ کو بولو کوئی قیامت نہیں آئے گی اگر وہ گجرے نہیں پہنے گی۔" وہ چڑ کر بولا۔
"دیکھیے..... آپ سب....." مینہ نے استفہامیہ انداز میں ان سب کا تعارف چاہا۔
"جی..... ہم سب کزنز ہیں عارفہ کی اور ہم سب سہیلیاں۔" باری باری سب نے اپنا تعارف کروایا۔
"اور آپ؟" اب کی بار وہ آئم سے بولی۔
"میں آئم..... عارفہ کی بیسٹ فرینڈ۔ اٹلی سے آئی ہوں خاص شادی اٹینڈ کرنے۔" اس نے مسکرا کر اپنا تعارف کروایا۔
"جی..... اگر برا نہ مانیں تو احمر بھائی کو جانے دیں۔ آدھے گھنٹے ہی کی تو بات ہے پھر کرتے رہیے گا مقابلہ۔" اس نے التجائیہ انداز میں کہا تو آئم کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔
"ویری سیڈ..... دلہا بھائی لڈو..... آپ کی وکالت اب آپ کی بہن کرے گی ہاہاہا۔"
"ایک شرط پہ جانے دیں گے اگر منظور ہے تو جاسکتے ہیں آپ اپنی عارفہ کے لیے گجرے لینے۔" وہ بناء کسی لحاظ کے بولی تو مینہ اس کی بے باکی پہ منہ کھولے ہی رہ گئی۔
"کیسی شرط؟" آخر مینہ ہی بولی۔
"سمپل..... ہار مان کر جائیں تو جانے دیتے ہیں ورنہ....."
"ورنہ؟" احمر اس کی ادھوری بات کو جاننے کی کوشش کرنے لگا۔
"ورنہ مان لیجیے..... سنگیت میں فیصل آباد کا کوئی ثانی نہیں۔" وہ اپنے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے بولی جو بار بار اس کے ماتھے پہ گر رہے تھے۔
"ہاہاہا..... سوچ ہے آپ کی۔" احمر ہنس کر بولا۔
"لیکن میڈم آپ تو "مس اٹیلین" ہیں نہ کہ فیصل آباد ین..... تو جانے دیجیے ناں۔" ان میں سے ایک بولا جس پہ احمر نے کہنے والے کو اشارہ سے سراہا۔
"سو وہاٹ؟ اٹلی میں تو رہتی ہوں مگر ہوں فیصل آباد

کی، دل فیصل آبادی ہے۔"

"محبت وطن سنا تھا، آپ تو محبت شہر نکلیں، ویسے دل یہاں نہ ہی لگائیں تو بہتر ہے۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولا تھا جس پہ آئم نے آنکھوں کو گول کرتے ہوئے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا کیونکہ اس کی بات میں اسے سراہنے سے کہیں زیادہ اس کا مذاق اڑایا گیا تھا۔

"آپ کے اس نیک مشورے کی مجھے ضرورت نہیں۔" جواب گستاخ لہجے میں دیا تھا۔

"احمر بھائی......" مینہ دونوں کی باتوں سے عاجز آچکی تھی۔

"مینہ...... جاؤ پلیز۔" وہ ذرا نرمی سے بولا مگر تحکم صاف اور واضح تھا۔

"مگر بھائی وہ......"

"میں لا دیتا ہوں۔" اس کے ایک دوست نے رضا کارانہ طور پہ کہا۔

"نہیں...... آپ بھی کیجیے سنگیت مقابلہ۔" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اور آپ بھائی......" وہ جاتے ہوئے رکی اور احمر کی طرف دیکھ کر بولی۔ "عارفہ کے غصے کے لیے تیار رہیے گا۔" اس نے جیسے اسے دھمکی دی، جسے اس نے بے نیازی سے آئیں بائیں شائیں کردیا۔ بے بی پھپو نے شور شرابے کی آواز سنی تو وہاں آئیں۔ انہوں نے سب ہی کو یکبارگی دیکھا۔

"یہاں تو شرم لحاظ ہی ختم ہوگیا ہے۔" جوں ہی ان کا دھیان آئم پہ گیا تو وہ ناگواری سے منہ بناتے ہوئے وہاں سے چلتی بنیں۔

وہاں موجود عارفہ کی سہیلیاں اور کزنز حیران ہوئی تھیں کہ کیسے اس نے اپنی ہونے والی بیوی کی بجائے آئم کے چیلنج کو اہمیت دی۔ خیر مقابلہ شروع ہوا۔ ہر کوئی ایک سے بڑھ کر ایک تھا۔ مقابلہ کافی دیر تک چلتا رہا مگر کوئی ہار ماننے کو تیار ہی نہیں تھا۔ آخر فیصل آباد کی لڑکیاں لاہور کے لڑکوں کو ہرا کر فاتح قرار پائیں مگر لڑکے تو پھر لڑکے تھے۔ کہاں کوئی ہار ماننے والے تھے اور وہ بھی اس صورت جب پورا مجمع انہیں چڑا رہا ہو۔

"اب آپ ہار گئے ہیں تو ایکسپٹ کیجیے ناں اپنی ہار رونا دھونا کیوں لگا رکھا ہے؟ جانتی ہوں کہ کوئی بھی لڑکا ہار تسلیم نہیں کرسکتا مگر لڑکی سے ہار پہ اسے لگتا ہے جیسے مرڈر ہوگیا ہو اس کا۔" اس کے ساتھ ہی اس کی طرف سے قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"یہ آپ ایسے ہی ہنستی ہیں، بے وجہ اور فضول؟ معیوب نہیں لگتا آپ کو؟" اس کے بار بار ہنسنے سے وہ اکتا چکا تھا اور کچھ دکھ اسے اپنی ہار کا بھی تھا۔

"آپ کو کرارہ جواب دیتی اس بات کا اگر آپ میری بیسٹ فرینڈ کے وہ نہ ہوتے دلہا بھائی عرف لڈو۔" وہ پھر سے ہنسی جس پر وہ مزید زچ ہوا۔ اسے بھی اس کی بات بری لگی تھی مگر وہ آئم تھی، کہاں کوئی اپنے چہرے پہ اداسی ٹکا سکتی تھی۔

شاور کا پانی اس کے آنسو کے ساتھ مل کر اسے اپنے ماضی کی یاد دلا گئے تھے۔ اس کی ہنسی، اس کے قہقہے، گو اس کے چہرے نے ہی اس کو اپنا اسیر کرلیا تھا۔

مینہ ناشتہ دینے کمرے میں آئی تو اسے کمرے میں نہ پا کر پریشان ہوئی۔ واش روم سے پانی کے گرنے کی آواز پر اس نے ناشتے کی ٹرے میز پہ رکھی اور خود اس کا انتظار کرنے کی غرض سے بیٹھ گئی۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد اس نے واش روم کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

"بھائی اتنی دیر، آپ ٹھیک تو ہیں؟" وہ بار ہا بولی مگر اندر سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ آخر اس نے دروازے پہ دستک دی۔ دستک دیتے ہی اس نے دروازے کو کھلا ہوا پایا۔ "بھائی سب ٹھیک تو ہے ناں؟" کوئی جواب نا ملنے پر ہار کر اسے اندر جانا ہی پڑا۔ وہ فرش پہ بیٹھا تھا۔ اس کی حالت دیکھتے ہی مینہ فوراً آگے بڑھی۔

"میں مر کیوں نہیں جاتا مینہ...... مجھے موت کیوں نہیں آجاتی؟ موت نہیں آسکتی تو کم از کم آئم ہی آجائے۔" اس کی حالت دیکھتے ہوئے مینہ کانپ اٹھی۔

"بھائی، ایسا نہیں کہتے...... اللہ پاک ناراض ہوتا ہے۔" آخر ایک بہن کہاں ایک بھائی کے منہ سے اپنے لیے موت کی دعا برداشت کر سکتی تھی؟ اس کی منت سماجت کرتے ہوئے کوئی پانچ، دس منٹ بعد وہ اسے واش روم سے باہر لانے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

اس نے ٹاول سے اس کے گیلے بال خشک کیے جیسے وہ بچپن میں اس کے بال خشک کیا کرتی تھی۔ اس وقت اسے احمر اپنا وہی بھائی لگ رہا تھا جو بچپن میں اس سے اپنے لاڈ اٹھواتا تھا۔ دونوں کی عمر میں بھلے ہی تین سال کا فرق تھا مگر دونوں کی دوستی بالکل ایسی تھی جیسے جڑواں بہن بھائی ہوں۔

❁✧✧✧❁✧✧✧❁

"اگر کسی روز میرے دل نے مجھ سے اقرار کرلیا کہ مجھے تم سے محبت ہے تو شاید، شاید میں ایک لمحے کے لیے بھی میں جی نہ سکوں۔ یا اللہ، میرے دل سے اس کی یاد مٹا دے یا اللہ......"

وہ جب جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتی اسے احمر ضرور یاد آتا تھا اور یاد آتا بھی نہ کیسے؟ دونوں کی ملاقات بھلے ہی فلمی انداز میں ہوئی تھی مگر ایسے انداز میں تھی جس میں نہ تو اظہار تھا اور نہ ہی کوئی قول وقرار بلکہ عزت تھی۔

جب سے وہ اٹلی واپس آئی تھی۔ الجھی الجھی اور کھوئی کھوئی سی رہتی تھی۔ فاروق احمد نے اسے بہت سے سائیکسٹ کو دکھایا۔ بہت سی کوششیں کی کہ وہ کسی طرح سے تو زندگی کی طرف واپس آئے لیکن اس کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ان کی دوسری بیوی "ثمرین" نے بھی اس کوشش میں ان کا ساتھ دیا تھا۔ دونوں ہی یہ سوچ سوچ کر پریشان رہتے تھے کہ آخر اسے ہوا کیا ہے؟ جب سے وہ پاکستان سے واپس آئی تھی، ایسے لگتا تھا اپنا سکون، ہنسی سب وہیں چھوڑ آئی ہو۔ واقعی اس کا دل فیصل آباد میں ہی رہ گیا تھا۔

آخر ثمرین فاروق نے اس کے لیے ایک حل ڈھونڈ ہی لیا تھا۔ وہ جو اپنے دل کی بات اب اپنی ڈائری پر رات گئے لکھا کرتی تھی، جو ثمرین نے اسے تحفے میں دی تھی۔

❁✧✧✧❁✧✧✧❁

"بڑی ہی کوئی کمینی ہے تو آئم...... یہ کیا بات ہوئی، کم از کم اسے جانے دیتی ناں میرے لیے گجرے تو لے آتا۔ اب ہرا بھی دیا تم نے اسے اور گجرے بھی نہیں لایا۔" عارفہ افسردگی سے بولی تھی۔

"اوئے ہوئے...... عارفہ...... یہ تم ہو۔" وہ شرارتی انداز میں بولی تھی۔ "کسی اور سے منگوا لیتی ناں؟"

"کسی اور کے لائے ہوئے بھلا کیسے پہن سکتی ہوں میں؟" وہ ذرا لجائی۔ عارفہ کی بات سن کر اسے ہنسی آگئی تھی۔

"کیا ہوا تمہیں، ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟" اس کا اپنی جانب یوں متوجہ ہونا اسے الجھا گیا تھا۔

"کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں؟" اسے جواب دیئے بنا ہی اس نے اسے فون ملایا اور اسپیکر آن کر دیا تھا۔

"کہاں ہو لاہوری لڑکے؟ ناک کٹوا دی ناں میرے ہونے والے سسرال "لاہور" کی۔"

"اوہ...... ہیلو...... چیٹنگ کی ہے تمہاری دوست نے۔" احمر بھی اسی کے انداز میں بولا۔

"ارے واہ...... چیٹنگ...... ہاہاہا۔" اس نے اسے خوب تنگ کیا تھا۔

"عارفہ پلیز...... میں پہلے ہی تمہاری دوست کی وجہ سے اداس ہوں۔ اب تم بھی، تم نہیں جانتیں کہ پورے مجمع کے سامنے کیسے اس نے مجھے لوز کہا۔ اپنے ہونے والے شوہر کا کچھ احساس ہی کرلو۔" اس کی آخری بات پہ دونوں بے اختیار ہنس دی تھیں۔

"رسم سے پہلے ملو مجھ سے۔" اس کے منہ سے عجیب سی فرمائش سن کر وہ حیران ہوا اور اس سے بھی زیادہ حیرت آئم کے چہرے پہ تھی۔

"کیا کر رہی ہے عارفہ؟" وہ ہولے سے بولی۔

"اشش...... "عارفہ نے اپنے منہ پہ انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"پاگل ہوگئی ہو؟ رسم میں ملاقات تو ہونی ہے ناں۔"
اس کے منہ سے نکلی بے تکی فرمائش پر وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

"میں رسم کے لیے تیار ہورہا ہوں ابھی رسم میں ہی ملتے ہیں۔" اس نے فون رکھنے کی ہی کی مگر وہ بولی۔

"تو پھر ٹھیک ہے رسم میں، میں نہیں آنے والی۔" وہ کندھوں کو اچکا کر بولی۔

"عارفہ..... میری بات سنو..... تمہیں غصہ ہے ناں گجرے نہ لانے پر..... تو امی نے منگوا رکھے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساری جیولری بھی ہے۔ رسم کے وقت پہنائیں گی تمہیں۔" اس نے اسے سرپرائز بتانے کی ہی کی تاکہ اس کی یہ ضد تو ختم ہو۔

"واؤ..... تو بس ٹھیک ہے..... اس میں سے گجرے لیتے آؤ۔ دس منٹ ہیں تمہارے پاس..... آجاؤ۔ کمرے کی کھڑکی کھلی ہوگی۔" اس نے جلدی جلدی اپنی بات مکمل کی اور فون رکھنے ہی والی تھی کہ وہ بولا۔

"میں نہیں آرہا عارفہ۔"

"تمہاری مرضی..... لیکن یاد رکھنا۔ رسم میرے بنا کرلینا اور جانتے تو ہو ناں میرے پاس بہانوں کی لمبی لسٹ کی کمی نہیں ہے۔" اس نے اسے خوب بلیک میل کیا اور فون رکھ دیا۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

"یہ سب کیا تھا عارفہ؟" آئم نے حیرت سے پوچھا۔

"کچھ نہیں..... یہ پکڑ میری چادر۔" اس نے اپنی پیلی چادر فوراً سے اتاری اور اس کے ہاتھ میں دی۔

"یہ کیا..... میں کیا کروں گی اس کا؟" اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ اس نے چادر کو بیڈ پہ پھینکا۔

"میری جان..... کیا ہوگیا ہے؟" اس نے ہنستے ہوئے بیڈ پر سے پیلی چادر اٹھا کر اسے اوڑھا دی۔

"عارفہ..... یہ سب....." آئم کا دماغ سٹپٹا سا گیا تھا۔

"گجرے نہ لانے کی سزا۔" عارفہ کی کہی بات کو وہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔

"بولا تو ہے اس نے کہ....."

"تو کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ چھوٹے چھوٹے مذاق ساری زندگی کی بہترین یاد ثابت ہوں گے، دیکھتے ہیں، پہچانتا بھی ہے کہ نہیں۔" وہ شرارتی انداز میں ہنس دی تھی۔

"مگر یہ سب ٹھیک نہیں عارفہ۔"

"شش..... چپ..... دیکھ ذرا آئینہ کتنی پیاری لگ رہی ہے ناں تو۔ ہائے کتنی اچھی لگے گی ناں تو جب تم پہ وقت آئے گا یہ۔" وہ پرجوش انداز میں بولی۔ بلاشبہ وہ بلا کی خوب صورت لگ رہی تھی۔

"عارفہ..... مجھے عجیب لگ رہا ہے مذاق اپنی جگہ لیکن یہ سب۔" اس نے آئینہ پہ ایک نگاہ ڈالی تو الجھ کر رہ گئی تھی۔

"آئم..... چپ..... لگتا ہے آگیا۔" اس نے اس کے سر پہ اوڑھا دوپٹا آگے تک کیا، جس سے اس کا چہرہ چھپ گیا اور خود الماری کے پیچھے چھپ گئی تھی۔

عارفہ اندر ہی اندر اسے بے وقوف بنانے پر ہنس رہی تھی جبکہ آئم کا گھبراہٹ کے مارے سانس پھول چکا تھا۔ اتنا کہ اس کے ہاتھ پسینے سے شرابور ہوکر رہ گئے تھے۔ وہ کھڑکی کے رستے کمرے میں داخل ہوا اور اس کے قریب کھڑا ہوا جہاں وہ اس سے رخ موڑے کھڑی تھی۔

"بہت ہی غلط طریقہ ہے یہ عارفہ..... ضد پہ اڑ ہی جاتی ہو تم، اب زیادہ شریف بننے کی ایکٹنگ نہ کرو، جلدی سے میری طرف مڑو تاکہ یہ گجرے پہناؤں اور جاؤں یہاں سے۔" اس نے اپنی قمیص کی جیب سے گجروں کا شاپر نکالا اور اس میں سے گجرے نکالے۔

اس کے پلٹ کر کھڑے ہونے کا وہ انتظار کرتا رہا مگر بے سود۔ آخر تنگ آکر اس نے اسے اس کے شانوں سے پکڑا اور رخ اپنی جانب کیا۔ اس کا اسے چھونا ہی تھا کہ وہ کانپ اٹھی۔ ایسا پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ کوئی مرد اس کے اتنا قریب کھڑا ہوا تھا۔

"لو..... اب یہ گھونگھٹ..... عارفہ..... آج مہندی کی رات ہے۔ شادی کی رات نہیں سو گھونگٹ آج نہیں ہٹانے والا۔ سمجھی۔" وہ کھلکھلا کر ہنس دیا تھا۔ وہ اپنا سانس

بمشکل ہی بحال کر پا رہی تھی۔ اس کی دھڑکنوں کی بے ترتیبی کو وہ محسوس کر چکا تھا۔

"ہاتھ آگے کرو۔" وہ محبت سے مسکرایا مگر اس کی طرف سے ہاتھ آگے نہیں کیے گئے تھے۔ "عارفہ ہاتھ آگے کرو۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ پہلے خود بلاتی ہو اور اب دیکھو۔" وہ بڑبڑایا تھا۔ عارفہ الماری کے پیچھے کھڑی منہ پہ ہاتھ رکھ کر ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

احمر نے زبردستی اس کا ہاتھ اپنی طرف کھینچا اور تھوڑی سی دیر کیے بنا ہی ایک گجرہ اس کے ہاتھ میں پہنا دیا۔ اس کا، اس کے ہاتھوں کو پکڑنا اسے ایک الگ دنیا میں ہی لے گیا تھا مگر جوں ہی اس نے دوسرے ہاتھ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا، اس نے اپنا ہاتھ زور سے پیچھے کھینچا جس پہ وہ تذبذب کا شکار ہوا۔

"کیا ہوا؟"

"تمہیں بے وقوف بنایا، بڑا مزا آیا۔" عارفہ الماری کے پیچھے سے نکلی اور قہقہہ لگا کر ہنس دی تھی۔

"تم یہاں..... تو یہ کون؟" اس نے اپنے سامنے موجود کھڑی لڑکی کا گھونگھٹ ہٹانے میں ذرا سی بھی دیر نہ کی۔ "تم.....!" اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"یہ کیا مذاق ہے عارفہ؟"

"تمہیں تنگ کرنے کا ارادہ تھا سو۔" وہ شرارتی انداز میں بولی۔

"حد ہے۔" وہ خونخوار لہجے میں بولا تھا۔ "مذاق ایسا ہوتا ہے اور آپ مس....." اس سے پہلے وہ اسے کچھ بولتا، وہ بولی۔

"اسے کچھ مت کہو..... میرے کہنے پہ ہی اس نے....."

"بس کر دو..... مقابلہ کرنے کی سینس ہے ان میں لیکن معاملے اور رشتے کی نوعیت سمجھنے کی سینس نہیں۔" اس کا اچھا خاصا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ آئم نے آنکھوں میں آنسو بھر کر اسے دیکھا تھا۔

"لو..... اب رونا شروع کر دیا۔" وہ عاجز آ کر بولا تھا۔

"احمر..... بتا رہی ہوں ناں میری غلطی ہے۔ یہ تو مان ہی نہیں رہی تھی۔" عارفہ نے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی مگر بے سود رہا تھا۔

آئم نے اپنے سر پہ اس کی اوڑھائی ہوئی پیلی چادر کو اتارا اور زور سے بیڈ پہ پھینک دیا۔ جتنے غصہ سے اس نے اسے ڈانٹا تھا، وہ اسے ضرور جواب دیتی مگر پاس کھڑی عارفہ کا لحاظ تھا سو اپنا غصہ بیڈ پہ زور سے چادر پھینکنے سے ہی اتار پائی اور روتے ہوئے وہاں سے آناً فاناً غائب ہو گئی تھی۔

"احمر رولا دیا ناں تم نے اسے۔" وہ رونے والے انداز سے بولی تھی۔

"آئی ڈونٹ کیئر۔" وہ بولا مگر اندر ہی اندر پریشان بھی تھا۔ اس نے دوسرا گجرہ شاپر میں ڈالا اور شاپر جیب میں رکھ لیا تھا۔

"اب رسم میں پہننا یہ دوسری جیولری کے ساتھ۔"

"اچھا..... ریلیکس..... ریلیکس ناراض نہ ہو ناں۔" وہ اس کی منت سماجت کرتے ہوئے اسے بمشکل ہی منا پائی تھی۔

"بات ناراضی کی نہیں ہے عارفہ..... بعض اوقات یہ مذاق سچ ثابت بھی ہو جاتے ہیں۔" وہ ذومعنی انداز میں ذرا سنجیدگی سے بول گیا تھا۔

"اللہ نہ کرے۔" وہ جھٹ سے بولی تو اسے اس کے انداز پہ پیار آ گیا تھا۔

"ویسے بری نہیں ہے تمہاری دوست۔" وہ اسے آنکھ مار کر دیکھتے ہوئے ذرا شرارتی انداز سے بولا۔

"تو کیا لٹو ہو گئے تم اس پہ؟"

آئم اس کے کمرے سے نکلتے ہی چھت پہ آ گئی تھی۔ اس کے چھونے کا لمس وہ ابھی تک اپنے ہاتھوں پہ محسوس کر رہی تھی۔ گجروں پہ دھیان جاتے ہی اس نے ان گجروں کو محبت سے اپنی آنکھوں سے لگا لیا تھا۔ جتنی جلدی میں وہ وہاں سے آئی تھی، گجرے واپس اتارنا تو بھول ہی گئی تھی اور اتارتی بھی تو کیسے؟ یہ اس کے ہاتھ

سے پہنائے ہوئے تھے جس کی محبت کا لمس اسے گجروں کی خوشبو میں محسوس ہو رہا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ کوئی اس کے اتنا قریب آیا تھا اور اس کی خوشبو کا لمس وہ چاہ کر بھی اپنے دماغ سے نکال نہیں پا رہی تھی۔

"میں تو اس مذاق کو مذاق سمجھ چکی تھی پھر کیوں آپ نے اسے حقیقت بنانا چاہا اور میں سب کی نظروں میں گناہ گار ہو گئی؟" وہ منظر عام پہ واپس آتے ہوئے اپنی ڈائری پہ سب تحریر کر رہی تھی۔ بھلے ہی اس کے ساتھ بیتا حادثہ ایک دن کا تھا مگر یہ حادثہ اس کے لیے ایک صدی جتنا ثابت ہوا تھا۔ ابھی وہ یہ سب لکھ ہی رہی تھی کہ اسے اپنے پہ برسنے والی ایک اور قیامت یاد آئی۔

"اس جیولری میں سے ایک گجرہ تو غائب ہے، کہاں گیا؟" احمر کی امی نے شاپر کو خوب اچھے سے دیکھا اور خوب ٹٹولا۔ عارفہ اور احمر نے ایک دوسرے کی طرف یک دم دیکھا۔

"بدگمانی....."

"اوہ..... شٹ۔" عارفہ زیرلب بولی مگر اس کی آواز اس کے ساتھ بیٹھے احمر تک پہنچ گئی تھی۔ دونوں نے اردگرد آئم کو ڈھونڈا لیکن وہ کہیں نہیں تھی۔

"دعا کرو..... وہ یہاں نہ آئے۔" اس نے آہستگی سے عارفہ کے کان میں کہا تھا۔

"ہوسکتا ہے ایک مس ہو بیگم۔" مرتضیٰ صاحب نے ان سے کہا تھا۔

"رہنے دیجیے بیگم، کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ جس انداز سے گجرہ ڈھونڈ رہی تھیں، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس ہیں سے اسے ڈھونڈ کر ہی دم لیں گی۔ ان کے انداز پہ مرتضیٰ صاحب ہنس دیئے تھے۔

ابھی وہ اسی کشمکش میں تھیں کہ دونوں کو اپنے سامنے آئم نظر آئی جو اسٹیج کی جانب خراماں خراماں قدم بڑھاتے ہوئے آ رہی تھی۔ احمر کا فوراً دھیان اس کے ہاتھ پہ گیا۔ جہاں گجرہ موجود تھا۔ وہ تلملایا کیونکہ وہ جانتا تھا اگر اس کی ماں نے اس کے ہاتھ میں گجرہ دیکھ لیا تو کیا ہوگا۔

"السلام علیکم آنٹی، سب ٹھیک تو ہے، کیا ڈھونڈ رہی ہیں، لائیں میں کچھ ہیلپ کروا دوں؟" آئم ان کے قریب آئی اور اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے ان سے بولی کیونکہ اب وہ اپنے سیاہ رنگ کے بیگ کو ٹٹول رہی تھیں۔ عارفہ نے اسے ہاتھ نیچے رکھنے کا اشارہ بھی کیا جسے وہ سمجھ نہ پائی تھی۔

"یہ..... تمہارے ہاتھ میں، یہ تمہارے ہاتھ میں کیسے پہنچا بیٹا؟ یہ تو عارفہ کے....." ان کی حیرانی قابل دید تھی۔

"یہ..... یہ....." اس کے لفظوں سے بوکھلاہٹ واضح تھی۔ زبان نے جیسے لفظوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

"یہ عارفہ....." وہ اتنا ہی بولی تھی کہ بے بی پھپھو جھٹ سے بولیں۔

"چرائے ہیں ناں تم نے؟"

"جی؟" اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

"کچھ شرم کرو..... دلہن کے گجرے ہیں یہ اور تم نے اسے پہننے کی جرأت بھی کیسے کی؟"

"پھپھو کوئی بات نہیں ہے، کیا ہو گیا، کیا فرق پڑتا ہے اس سے؟" عارفہ فوراً سے بولی۔

"بہت فرق پڑتا ہے، کل کو احمر کو چرا لے تو؟"

"پھپھو یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" عارفہ جھٹ سے بولی تھی۔

"بے بی آپا..... چپ رہیے۔" عارفہ کے ابو نے (نجم علی) نے انہیں مزید کچھ کہنے سے منع کیا تھا۔

"بھائی صاحب بدشگونی ہے یہ، آج میں چپ نہیں رہ سکتی، میں کہتی رہی آپ سے کہ اسے آئم سے دور رکھیں مگر آپ میں سے کسی نے میری بات نہیں مانی جب اس کا باپ ہی ایسا ہے تو بھلا یہ بھی تو ویسی ہوگی۔ حرافہ کہیں کی۔" بے بی پھپھو تو بنا سوچے سمجھے بول رہی تھیں اور ہر کوئی انہیں چپ کروانے کے درپے تھا۔

"بس..... بہت ہو گیا بہت سن لی میں نے آپ کی، خبردار اس سے آگے ایک لفظ بھی کہا تو....." آئم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ اس کی گون جدار آواز پہ عارفہ اور احمر

دونوں کھڑے ہو گئے تھے۔
"یہ لیجیے اپنا گجرہ مجھے کوئی شوق نہیں یہ پہننے کا۔" اس نے گجرے کی گرہ کھولنے کی کوشش کی مگر گرہ کو کھول نہ پاء تھی۔
"توبہ..... اللہ..... اتنی مضبوط گرہ۔" وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولیں۔ آئم نے گھور کر ان کی طرف کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور گرہ کھولنے میں لگی رہی مگر بے سود۔
"سنیے..... رہنے دیجیے۔" احمر کی آواز پہ سب چونکے کہ آخر یہ کیا معاملہ ہے؟ بے بی پھپو نے ناگواری سے منہ بنا کر دونوں کو دیکھا۔ احمر کے گھر والے بھی چکرا کر رہ گئے تھے۔
"اور پھپو..... آپ کیوں بڑھا رہی ہیں بات؟ ایسا ویسا کچھ نہیں ہے یہ سب تو....." اس سے پہلے وہ کچھ بولتا بے بی پھپو نے مزید بے تکی بات کہہ ڈالی جس کے بعد کسی کی کچھ بھی کہنے کی جسارت نہ ہوئی۔
"تو..... یہ تم دونوں ہم سب کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہو؟ عارفہ کہتی تھی ناں کہ دور رہو اس سے۔ بڑا ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی ڈھولک پہ، اس سے دیکھ لو تمہارا منگیتر ہی لے اڑی۔" وہ مضحکہ خیز انداز میں بولیں جس پہ سب چونک اٹھے تھے۔ ان کی بات سن کر ایک لمحے کے لیے عارفہ حواس باختہ ہو کر رہ گئی تھی۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀

اس نے ایک گہری لمبی سانس لی اور اپنی پشت کو کرسی کے ساتھ لگاتے ہی آنکھیں بند کر کے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔
"بھائی..... آخر کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ جب سے آپ نے ناول پڑھا ہے تب سے آپ کی یہ حالت ہے، اس میں ایسی ویسی کوئی بات تو ہوگی نہیں جو آپ کو ڈسٹرب کرے۔" اس کی آمد پہ اس نے اپنی آنکھیں کھول کر اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔
"تم نے نہیں پڑھا؟"
"نہیں..... فی الحال نہیں، راحیل کی امی سے بات ہو رہی تھی، کب آنکھ لگی کچھ پتا ہی نہیں چلا۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں بولی۔
"خیر..... چھوڑیں آپ کیا بتا رہے تھے؟"
"ثمرین خان..... آئم ہے۔" وہ بے حد سکون سے بولا۔
"کیا..... کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" اس کا دماغ ماؤف ہو کر رہ گیا۔ "ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟ ثمرین خان تو پچھلے پندرہ سالوں سے ناول لکھ رہی ہیں جبکہ آئم کی تو عمر ابھی کوئی بائیس، تیئیس سال ہوگی امپاسبل۔" اس نے اس کی کہی ہوئی بات کی تردید کی۔
"لیکن..... ایسا نہیں..... اس ناول میں جو کچھ بھی لکھا ہے، ایسا لگ رہا ہے آئم کے الفاظ ہیں۔ میری اور آئم کی کہانی ہے۔" مینہ سر پکڑ کر رہ گئی۔ وہ جس چیز سے اسے نکالنا چاہتی تھی وہ اسی چیز میں دوبارہ گرتا جا رہا تھا۔
"آپ کی کہانی مزاحیہ کہاں تھی؟ جبکہ اس ناول کا تو نام ہی "خوب صورت مذاق" ہے یہ نہیں ہو سکتا۔" اس کی بات سنتے ہی وہ کرسی پہ سیدھا ہو کر بیٹھا اور زور زور سے ہنسنے لگا۔
"مینہ..... ٹھیک کہا تم نے ہماری کہانی مزاحیہ نہیں تھی مگر ہماری کہانی کی شروعات تو مذاق سے ہی ہوئی تھی۔ عارفہ کا کیا گیا مذاق اور بے سکون ہم ہو کر رہ گئے۔" اس نے اپنی آنکھوں کے کناروں کو صاف کیا اور سرد آہ بھر کر بولا۔
"بھائی..... آپ کو نہیں جانا چاہیے تھا اس کے کمرے میں۔" مینہ نے دوٹوک بات کی۔
"میں تو صرف معافی مانگنے گیا تھا۔ عارفہ نے کہا کہ میں آجاؤں وہاں تاکہ میں اور وہ مل کر معافی مانگیں اس سے کیونکہ وہ اگلی صبح ہی اٹلی واپس جانا چاہتی تھی اور عارفہ اپنی بیسٹ فرینڈ کے بنا شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔" وہ کچھ دیر توقف کے بعد بولا۔
"جو کچھ ہوا تھا۔ اس میں سارا قصور عارفہ کا تھا۔ میرا

قصور صرف اتنا تھا کہ اسے روکنے کی کوشش کرنا چاہی۔" اسے بتاتے ہوئے وہ ماضی میں محو ہو گیا تھا۔

"احمر..... تم آسکتے ہو؟" وہ فون پہ اس سے بات کر رہی تھی۔

"اس وقت؟ جانتی تو ہو ابھی کتنا ہنگامہ ہوا ہے۔" اس نے اسے ایسے یاد دلانا چاہا، جیسے وہ سب بھول گئی ہو۔

"جانتی ہوں اور بتا چکی ہوں بے بی پھپو کو بھی سب..... خوامخواہ تماشا بنایا انہوں نے آنٹی، انکل کیا سوچتے ہوں گے۔" عارفہ بے حد پریشانی سے بولی۔ اس کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ وہ بھی تناؤ کا شکار تھا۔

"کچھ نہیں، میں نے بھی انہیں سب سچ بتا دیا ہے ابھی..... ڈانٹ بہت پڑی ہے مجھے اور ابا کے ہاتھ سے تو تھپڑ کھاتے کھاتے بچا ہوں اور اب تم مجھے پھر بلا رہی ہو؟" وہ رونے والے انداز میں بولا۔

"احمر..... وہ جا رہی ہے صبح۔" اس نے بنا تمہید باندھے ہی اسے بتایا۔

"کون؟" اس نے دماغ پہ زور دیا اور پھر خود سے اخذ کرتے ہوئے بولا۔ "تمہاری دوست؟"

"ہاں..... آئم۔" اس نے اثبات میں جواب دیا۔

"مل کر معافی مانگتے ہیں اس سے تاکہ وہ نہ جائے، پلیز۔" وہ اس کی بات اب بھی سمجھ نہیں پایا تھا۔

"معافی تم مانگو ناں، مذاق تم نے کیا ہے تھا میں نے تو نہیں۔"

"اوہ..... گاڈ تم خود ہی تو کہتے ہو کہ کسی کو ناراض کر کے ہم خوشیاں نہیں منا سکتے تو اب احمر..... پلیز اتنے خودغرض نہ بنو، وہ چلی گئی تو میں شادی نہیں کروں گی۔" اس کی بات سن کر وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

"عارفہ..... میرے منہ سے نکلی ہر بات پتھر پہ لکیر نہیں ہوتی پلیز۔" وہ زچ ہوا۔ "میں یہیں ہوں شادی تو مجھ سے ہونی ہے ناں؟" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اپنے پاس میز پہ پڑا شیشے کا گلاس اپنے سر پر دے مارتا۔

"ہاں لیکن..... تم جانتے تو ہو کہ وہ اٹلی سے خاص میری شادی کے لیے آئی ہے اور اب وہ ناراض ہو کر جائے گی تو کبھی بات نہیں کرے گی پلیز۔" وہ التجائیہ انداز میں بولی تھی۔

"میں ناراض ہو کر نہیں جاؤں گی عارفہ۔" وہ واش روم سے باہر آئی تو اس کی گفتگو پر جواب دیتے ہوئے بولی تھی۔ عارفہ نے فوراً فون بند کیا جبکہ احمر ہیلو ہیلو ہی کرتا رہ گیا تھا۔

"تم کہیں نہیں جا رہی سمجھیں، کتنی دفعہ معافی مانگوں تم سے آخر؟ پھپو کو سب بتا آئی ہوں۔ کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا بلیو می۔" اس کی بات پہ وہ طنزیہ مسکرائی۔

"عارفہ میں اس لیے نہیں جا رہی کہ مجھے لوگوں کا ڈر ہے، میں اس لیے جا رہی ہوں کہ مجھے اپنے ابا کی عزت کا پاس رکھنا ہے، بے بی پھپو کو تو میرے ابا سے شروع دن سے ہی مسئلہ ہے۔ اب امی کی ڈیتھ کے بعد ابا نے سمی آنٹی سے شادی کر لی ہے تو کون سا گناہ کر لیا؟" اس نے اپنے بکھرے بالوں کو باندھا اور دوپٹا سر پر لپیٹا۔

"بے وقوف ہیں ناں، محدود سوچ ہے ان کی، تم چھوڑو ناں پلیز۔" وہ اس کی منت سماجت کرنے لگی۔ اس نے اس کی طرف دیکھا اور پھر خاموشی سے زمین پر جائے نماز بچھاتے ہوئے فجر کی نماز کے لیے کھڑی ہو گئی۔

"اچھا..... میں کافی کا بول کر آتی ہوں بلکہ..... میں خود بنا لاتی ہوں تم نماز پڑھ لو تب تک اور خبردار جانے کا سوچنا بھی۔" وہاں سے جاتے ہوئے وہ حکمیہ انداز میں مگر بڑے حق سے بولی تھی۔

اس کے وہاں سے جاتے ہی وہ نماز کی ادائیگی میں محو ہو گئی تھی۔ دوسری طرف احمر اسے بار بار کال ملا رہا تھا اور اس کا فون سائلنٹ ہونے کے باعث ایسے ہی بجتا رہا جس پہ وہ زیادہ اپ سیٹ ہوا۔ پہلے جو ہنگامہ ہو چکا تھا، اس کی اچھی خاصی کلاس لی گئی تھی اور اب اگر صبح پھر کوئی تماشا ہو، ایسا وہ نہیں چاہتا تھا۔

کسی سے کچھ بھی کہے بنا ہی وہ اٹھا اور کمرے سے باہر آیا۔ فجر کی اذانیں اس کے کان میں پڑی تھیں کہ وہ کچھ

دیر کے لیے کاریڈور میں ٹہلنے لگا۔

"پہلے محترمہ کا مسئلہ حل کرآؤں پھر پڑھتا ہوں نماز۔" یہ بات اس نے خود سے ہی کہی تھی۔

اذان مکمل ہوتے ہی وہ اس کے کمرے کی جانب بڑھا۔ وہ کھڑکی کے پاس رکا مگر کھڑکی بند تھی۔ تب ہی وہ اس کے کمرے کے دروازے تک آیا۔ اس نے آہستہ سے دروازے پہ دستک دی تو دروازے کو کھلا ہوا پایا۔ جوں ہی اس نے دروازہ تھوڑا سا کھولا ہی تھا کہ اسے آئم جائے نماز پہ دعا میں مشغول دکھائی دی، وہ تھوڑی دیر کے لیے رکا مگر پھر دوبارہ دستک دیتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ وہ اس کا جو روپ دیکھ چکا تھا۔ اس روپ سے ذرا مختلف تھا۔ اس پہ تو جیسے سکتہ طاری ہی ہوگیا تھا۔ دوسری طرف عارفہ کافی بیٹر کی مدد سے بیٹ کرتے ہوئے پھپو سے دماغ کھپائی کرنے میں مصروف تھی۔

"پھپو...... بہت برا کیا آج آپ نے۔"

"کیا برا کیا؟ جو دیکھا اس کے مطابق تو اس کے ساتھ بہت کم کیا میں نے۔" بے بی پھپو طعنہ زنی میں ماہر تھیں۔

"کہاں ہے وہ؟" انہوں نے جیسے بات بدلی۔

"کمرے میں نماز پڑھ رہی ہے اور جانے کے لیے بضد پیکنگ تک کر چکی ہے۔" اس نے انہیں احساس دلانا چاہا مگر وہ خاموش رہیں۔

"جانتی ہیں ناں پھپو کہ خاص میرے لیے آئی ہے وہ...... ورنہ جانتی ہیں فاروق انکل اسے کبھی بھی پاکستان اکیلے نہ بھیجتے اور اب وہ اس طرح سے گئی تو فاروق انکل اسے کبھی بھی نہیں بھیجیں گے پاکستان۔"

"ہاں...... تو اسے بھی احساس ہونا چاہیے ناں عزت کیا ہوتی ہے؟" وہ جھٹ سے بولیں۔

"کیسے؟" وہ چونکی مگر پھپو کچھ بھی بولنے سے قاصر رہی تھیں۔

"پھپو...... کیا کہنا چاہتی ہیں، بولیں، کس کی بات کر رہی ہیں آخر آپ، کیا فاروق انکل کی؟" اس نے سوال پہ سوال کیے اور پھر خود سے جواب اخذ کرتے ہوئے، ان سے جواب کی امید لگائے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

"وہ تو آپ کے تایازاد ہیں ناں تو پھر ان سے اتنی نفرت کیوں؟"

"مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہوا تھا۔ جب اس نے مجھ پہ بڑی پھپو کی بیٹی کو ترجیح دی تھی۔ سب گھر والوں نے اس کے فیصلے کی لاج رکھی اور مجھ سے میری مرضی تک معلوم نہیں کی کہ میں کیا چاہتی ہوں؟" وہ ذرا آبدیدہ ہوئی تھیں۔

"اوہ...... تو یہ وجہ ہے۔ ہمیں تو لگا آپ ان کی دوسری شادی کے خلاف ہیں۔" عارفہ کے ذہن میں ایک بات گھوم رہی تھی کہ کیسے اس کے ابو نے فاروق صاحب کو فون پہ تسلی دی تھی۔

"فاروق...... تم آخر کیوں پریشان ہو رہے ہو؟ آئم کی ماں بھی تو ہماری بہن تھی ناں اور یہ نصیبوں کے فیصلے تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ویسے بھی تمہاری بیٹی آئم اور ہماری عارفہ کی محبت تو تم جانتے ہی ہو ناں۔ یہاں عارفہ ضد لگائے ہوئے ہے کہ اگر آئم نہیں آئے گی تو شادی نہیں کرے گی۔" اس کے ذہن میں اپنے ابا کے کہے الفاظ گھوم رہے تھے۔

"نصیبوں کے فیصلے۔" اس کا مفہوم اسے ابھی کوئی پانچ منٹ پہلے ہی سمجھ آیا تھا۔

"خیر...... تم کہتی ہو تو میں اس سے معافی مانگ لیتی ہوں۔" پھپو کچھ دیر توقف کے بعد ذرا شرمندگی سے ڈرامائی انداز میں بولیں۔ "لیکن تمہارے ہاتھ کا گجرہ اس کے ہاتھ میں دیکھا تو تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ مجھے لگا کہ احمر نے اسے پسند کرلیا ہے۔"

"اف...... اف...... اف پھپو آپ اور آپ کی بدگمانیاں۔ آپ نہیں جانتیں کہ آپ نے کیا کیا۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"تم کہتی ہو تو میں معافی مانگ لیتی ہوں صرف تمہاری خاطر لیکن۔" وہ بات کرتے ہوئے اسے تجسس

میں ضرور بتلا کر گئی تھیں۔

"لیکن......" اس نے تجسس بھری نگاہوں سے انہیں سوالیہ انداز میں پوچھا تھا۔

"ڈھولک پہ سنگیت مقابلے میں وہ اس کے ساتھ جیسے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی، اس سے میری جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو اسے بھی یہی لگتا کہ دونوں میں کوئی نہ کوئی تو سین ضرور ہے اوپر سے تمہارا گجرہ اس کے ہاتھ میں مانا کہ تم نے مذاق کیا لیکن اس نے گجرہ اتارا کیوں نہیں؟ تمہاری رسم کے لیے تمہارا ہی گجرہ پہن کر کس دیدہ دلیری سے وہ آ رہی تھی دیکھا نہیں تم نے۔" ان کی کہی ایک ایک بات پہ عارفہ سر پکڑ کر رہ گئی تھی۔ وہ مزید بولیں۔

"اب تمہیں کچھ نظر نہ آئے وہ الگ بات ہے۔ دیکھا نہیں تم نے کہ کیسے اس کے جانے کے بعد احمر نے کہا کہ یہ رسم نہیں ہوگی۔" اس نے اپنا سر نفی میں ہلایا تھا۔

"نہیں پھپو میں بھی یہی کہنے والی تھی جو احمر نے کہا، آپ خوامخواہ ہی......" وہ بات کرتے ہوئے خاموش ہوگئی کیونکہ ان کی باتیں اس کے دل میں شک کا ننھا بیج بو گئی تھیں جو کس قدر تناور ہونے والا ہے اسے اندازہ نہیں تھا۔

"خیر پھپو...... چھوڑیں وہ سب فاروق انکل نے کیا کیا؟ مجھے پرواہ نہیں...... آپ پلیز آئم کو جانے سے روکیں۔" اسے اس وقت صرف اور صرف آئم کا ہی خیال تھا۔

❀ ❖ ❖ ❀ ❖ ❖ ❀ ❖ ❖ ❀

"آپ...... یہاں؟" اس نے دعا کے بعد دونوں ہاتھ منہ پہ پھیرتے ہی اسے اپنے سامنے پایا تو ششدر رہ گئی تھی۔

"وہ...... عارفہ......" وہ ذرا کنفیوز ہوا تھا۔

"نہیں ہے وہ یہاں۔" اس نے جائے نماز اٹھاتے ہوئے کہا اسے لاپروائی سے دیکھتے ہوئے اپنے ہینڈ بیگ میں چیزیں ترتیب سے رکھنے رہی تھی۔

"آپ جا رہی ہیں؟" آخر اس نے خود ہی بات کی۔

"جی...... لیکن فی الحال آپ جائیں یہاں سے پلیز عارفہ آئے گی تو آ جائیے گا۔"

"لیکن آپ کا جانا ضروری ہے کیا؟" اس نے تھوڑی سی ہمت کر کے اس سے بات کی۔

"آپ ہوتے کون ہیں پوچھنے والے؟" وہ سخت کڑے لہجے میں بولی تھی۔

"دیکھیں...... جو کچھ بھی ہوا وہ بہت برا تھا، آپ کا غصہ واجب ہے لیکن یہاں سے جانا تو اس مسئلے کا حل نہیں۔" وہ ذرا تحمل سے بولا تھا۔

"آپ ہیں ہی کون؟ میں ہوتی کون ہوں آپ پہ غصہ کرنے والی اور پلیز۔" اسے اپنا لہجہ ذرا گستاخانہ معلوم ہوا تو اپنا غصہ کنٹرول کرتے ہوئے دوبارہ بولی۔ "اگر عارفہ کی درخواست پہ آپ مجھے روکنے آئے ہیں تو اس کا فائدہ نہیں، میں جانے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔"

"بے بی پھپو کے کیے کی سزا آخر عارفہ کو کیوں؟ جانتی بھی ہیں کہ عارفہ مجھے تو جانے دے سکتی ہے مگر آپ کو نہیں۔"

"جانتی ہوں۔ اسی لیے جانا چاہتی ہوں۔ میں اگر یہاں ٹھہری تو شاید......" اس کے منہ سے نکلے ذو معنی الفاظ کو وہ سمجھ نہ سکا، تب ہی بولا تھا۔

"شاید؟" اس نے اسے مزید بولنے کے لیے کہا مگر وہ خاموش ہی رہی۔ "کیا مطلب ہوا اس بات کا؟ میں سمجھا نہیں۔" وہ بولا۔

"مجھے آپ کو کچھ سمجھانا بھی نہیں اور پلیز بہتر یہی ہوگا کہ آپ جائیں یہاں سے اور ایک بات، میں کسی سے بھی ناراض ہو کر نہیں جا رہی۔" اس کی آواز میں درد تھا جسے وہ محسوس کر گیا تھا۔

"آپ جائیں یہاں سے پلیز۔" اس نے نظر بھر کر اسے دیکھا جو اس کے سامنے آنسو بہا رہی تھی۔ جب سے اس نے اسے دیکھا تھا، مسکراتے ہوئے ہی دیکھا تھا۔ اس کا یہ حال دیکھ کر وہ دل مسوس کر رہ گیا مگر جاتے ہوئے رکا اور اس کے قریب آیا جس پہ وہ پریشان ہو کر رہ گئی تھی۔

"یہ اتار دیجیے...... چلا جاؤں گا۔" اس نے اس کے

ہاتھ پہ نگاہ ڈالی اور اس کے دائیں ہاتھ پہ موجود گجرے کو ہاتھ لگایا تو وہ اس سے پیچھے ہٹی اور دراز میں سے کچھ ڈھونڈنے لگی تھی۔

"کچھ کہا ہے میں نے....." وہ اس کے پیچھے پیچھے ڈریسنگ ٹیبل تک آیا جہاں وہ دراز میں سے کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔

"جی..... بے فکر رہیے اتار کر ہی جاؤں گی، قینچی ڈھونڈ رہی ہوں۔" اس نے تینوں درازوں کو خوب ٹٹولا مگر بے سود رہا تھا آخر اس نے گجروں کو مسلنا شروع کر دیا تھا۔

پھولوں کی پتیاں نیچے فرش پہ گرنا شروع ہوئیں ہی تھی کہ اس نے دونوں ہاتھوں کو پیالے کی شکل دیتے ہوئے، اس کے داہنے ہاتھ کے نیچے رکھ دیے تھے۔

"میں نے یہ نہیں کہا کہ آپ اس کا یہ حال کریں..... جیسا لیا تھا، ویسا ہی چاہیے یہ مجھے۔" اس کی عجیب ضد پہ اس نے غصہ سے اسے دیکھا اور ہاتھ کی مدد سے دھاگے کو توڑنے کی کوشش کی۔ دھاگے کی بار بار رگڑ سے اس کا ہاتھ سرخ ہو گیا تھا۔ آخر اس نے تیزی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیا تو وہ ہکا بکا رہ گئی تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ..... اپنی حد میں رہیے۔" اس کی اس غیر معمولی سی حرکت پہ وہ اس پہ چلائی تھی۔

"میں جانتا ہوں اپنی حد..... بے فکر رہیے۔" اس نے اس کا ہاتھ اپنے منہ کے قریب کیا جسے چھڑوانے کی وہ ناکام کوشش کرتی رہی تھی۔

گجرے کا دھاگا اس نے اپنے منہ میں لیا اور اپنے دانتوں کی مدد سے دھاگا توڑنے لگا تھا۔ اس کے اس انداز پہ وہ اسے بت بنا دیکھتی رہ رہی تھی۔ یہ کیسا احساس تھا جس نے اسے اس کے قریب کر دیا تھا، وہ سمجھ نہ پائی تھی۔ احمر کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا جو گرہ وہ دانتوں سے ایک سیکنڈ میں کھول سکتا تھا، اسے لگا کہ وہ اسے شاید زندگی بھر نہ کھول پائے گا۔

دونوں ایک دوسرے میں اس قدر محو تھے کہ انہیں احساس ہی نہ ہوا کہ کوئی کمرے کی جانب آ رہا ہے..... بے بی پھپھو، نجم صاحب اور عارفہ کمرے کی جانب آ رہے تھے۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی تینوں ان دونوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔

بادل کے گرجنے کی آواز سے دونوں سہم کر اپنے حواس بحال کرنے لگے مگر اگلے ہی لمحے جب ان تینوں پہ دونوں کا دھیان پڑا تو دونوں کے ہوش مکمل اڑ گئے تھے۔ بادل کے گرجنے کی آواز سے عارفہ کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس کے ذہن میں بے بی پھپھو کی ایک ایک بات گھوم رہی تھی جسے وہ ہمیشہ جھٹلاتی رہی تھی لیکن آج سب کچھ اس کے سامنے تھا۔ آنکھوں کا دیکھا بھلا کون فراموش کر سکتا ہے؟ بھلے ہی اس کے پیچھے کی وجہ کوئی اور ہو بے بی پھپھو نے اس کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا جیسے کہنا چاہتی ہو کہ "لو دیکھو، پورا سچ..... میرا کہا ایک ایک لفظ سچ ثابت ہوا۔"

اس کی آنکھیں پتھرا سی گئیں۔ تب ہی احمر نے بولنے کی جسارت کی۔

"وہ عارفہ..... میں یہاں....." وہ بوکھلایا ہوا تھا۔

"بس....." عارفہ کی آواز پورے کمرے میں گونجی تھی۔ مینہ کاریڈور سے گزر رہی تھی کہ بھاگی بھاگی فوراً وہاں تک آئی اور جو منظر اس کے سامنے تھا، اس کی آنکھوں کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ احمر نے لاشعوری طور پر آئم کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

"لڈو بھائی..... یہاں؟" وہ ہڑبڑائی اور معاملے کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ اسے معاملہ سنگین معلوم ہوا تو فوراً سے اماں ابا کو بلانے چلی گئی، جنہیں گھر کے سامنے پورشن میں ٹھہرایا گیا تھا۔

"ہماری پوری بات سنو عارفہ..... تم غلط سمجھ رہی ہو، ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔" آخر آئم نے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہا تھا۔

"کاش....." وہ رو دی تھی۔

"تمہارا ہاتھ ابھی تک اس کے ہاتھ میں ہے اور تم کہتی ہو میں غلط سمجھ رہی ہوں..... واہ۔" احمر نے ایک جھٹکے

سے اس کا ہاتھ چھوڑا دیا تھا۔

"تمہیں احمر چاہیے تھا تو مانگ لیتیں مجھ سے لیکن یہ سب کیوں کیا؟" وہ آئمہ کے قریب آئی تھی۔

"عارفہ..... بیٹی..... ان کی بات تو سن لو۔" نجم صاحب نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

"ابو..... پلیز..... سب دیکھ کر بھی، پوری بات کیا سنوں؟" وہ انتہائی کرب سے بولی تھی۔

"نہیں انکل..... ایسا کچھ بھی نہیں ہے، مجھے تو عارفہ نے کہا تھا کہ....."

"کیا کہا تھا میں نے؟ یہ کہا تھا کہ ہم دونوں مناتے ہیں اسے اور تم یہاں اکیلے، جب میں تھی ہی نہیں تو واپس کیوں نہیں چلے گئے تھے تم اور تم..... مس آئمہ فاروق، تم نے اسے واپس کیوں نہیں بھیجا؟" اس سے پہلے وہ کچھ کہتی آئمہ فوراً بولی تھی۔

"عارفہ..... دیکھو تم غلط سمجھ رہی ہو۔ احمر آپ بتاتے کیوں نہیں؟" احمر حواس باختہ ہو چکا تھا۔

"آئمہ..... بس کردو۔" وہ دکھ سے بولی تھی۔ احمر نے بات کرنا چاہی مگر عارفہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بھی بات کرنے سے منع کر دیا تھا۔

"بس کرو تم بھی..... کوئی دلیل مت دینا پلیز۔" وہ ٹوٹ چکی تھی۔

"میری بچی۔" بے بی پھپھو فوراً سے اسے گلے لگا کر آنسو بہانے لگی تھیں۔ انہیں تو بس موقع چاہیے تھا۔

"آئمہ یہ کیسا ظلم کر دیا تم نے، ابھی تو اس بے چاری کی مہندی کی رسم بھی نہیں ہوئی تھی اور تم نے توبہ توبہ..... اللہ معافی۔" وہ کانوں کو ہاتھ لگا کر بولی تھیں۔

"کوئی ظلم نہیں کیا میں نے..... آپ فضول میں بات کو بڑھا رہی ہیں۔" آئمہ چیخی تھی۔

"آئمہ..... میں سمجھتی ہوں کہ احمر تمہیں پسند آ گیا ہے یہ ہے ہی اتنا اچھا..... ابو ایسا کریں کہ آج ان دونوں کا نکاح کر دیں۔ آخر یہ بھی تو آپ کی ہی بیٹی ہے۔" وہ پاگلوں کی سی ہنس دی تو احمر کو اس کا منہ چلا کر بند کرنا پڑا تھا۔

"چپ رہو تم..... فضول میں طول دے رہی ہو بات کو، انکل آپ اسے سمجھاتے کیوں نہیں؟" وہ ان سے بولا جو خود سب صورت حال دیکھ کر ابھی تک حیران تھے۔ اسی اثناء میں احمر کے والدین بھی وہاں آ گئے تھے۔

عارفہ کے منہ سے نکلنے والی بات وہ کاریڈور سے کمرے میں آتے ہوئے سن چکے تھے۔ معاملے کی سنگینی کا جب انہیں علم ہوا تو احمر کے ابا "مرتضیٰ صاحب" نے احمر کو خوب آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"کیا ہے یہ سب، کیا کیا ہے تم نے، بولو؟" اس سے پہلے وہ اس کے منہ پہ تھپڑ مارتے اس کی ماں نے ان کا ہاتھ فوراً پکڑ لیا تھا۔

"لڑکی تم بولو۔" وہ فوراً اس سے بولیں تاکہ احمر کے ابا کا غصہ کم ہو سکے۔ آئمہ کی طرف سے بھی گہری خاموشی تھی۔ آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا بھی تو صرف احمر کو۔

"ابا..... یقین کریں یہ لوگ الزام لگا رہے ہیں مجھ پہ اور اس پہ....." آخر احمر نے اپنی صفائی میں بولنے کے لیے منہ کھولا تھا۔

"اس کی طرف داری کیوں کر رہے ہو تم؟ اس کی تو شکل دیکھو ذرا کیسے آنکھوں میں اتنے موٹے موٹے آنسو لیے احمر پہ ڈورے ڈال رہی ہے..... نظر نہیں آ رہا آپ سب کو۔" بے بی پھپھو کی بات پہ مسٹر اینڈ مسز مرتضیٰ نے انہیں گہری نظر سے گھورا۔

"نہیں..... یہ غلط نہیں ہے..... اسے مت کہیے کچھ ساری غلطی میری ہے میں ہی اسے۔" اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کر پاتا، عارفہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

"لیجیے..... اپنی زبان سے قبول کر رہا ہے یہ....."

"عارفہ..... میری بات سنے بنا تم مجھ پہ الزام نہیں لگا سکتیں سمجھیں میرا نہ سہی اپنی دوست کا اعتبار ہی کر لو۔" اس نے التجائیہ انداز میں کہا۔

"اعتبار ہی تو کر رہی ہوں اس کا بھی اور تمہارا بھی، جب تم اپنی غلطی تسلیم کر رہے ہو تو تف ہے تم پہ..... خود کو

مجرم کی بجائے ملزم کہہ رہے ہو۔ میرا اعتبار توڑا ہے تم دونوں نے، میں تم دونوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔‘‘ وہ اپنے ہاتھ سے دونوں کو اشارہ کرتے ہوئے بولی اور روتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔

’’عارفہ...... عارفہ...... رکو۔‘‘ آئم اس کے پیچھے دیوانہ وار بھاگی۔ احمر بھی اس کے ساتھ باہر کی طرف بڑھا۔ اس سے پہلے باقی سب باہر کی طرف نکلتے، نجم صاحب نے سب کو باہر جانے سے روک دیا تھا۔

’’مجھے لگتا ہے کوئی غلط فہمی ہوئی ہے ان لوگوں کو، بہتر ہے اس مسئلے کو ان تینوں کو خود حل کرنے دیں، آئم ایسی نہیں جیسا آپ سب سمجھ رہے ہیں۔ شریف اور باکردار بچی ہے۔‘‘ ان کی بات پر بے بی پھپھو منہ بسور کر رہ گئی تھیں۔

’’اونہہ...... اک یہ اور اک اس کا باپ شریف ٹھہرے۔‘‘

’’پلیز رک جاؤ...... میرا یقین کرو۔‘‘ آئم اسے پکارتی رہی مگر عارفہ وہاں سے بھاگتے ہوئے آناً فاناً غائب ہوگئی تھی۔

اس کے آنسو بارش کے قطروں کے ساتھ، اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ وہ کاریڈور میں کھڑے زور زور سے رو رہی تھی کہ بادل زور سے گرجا اور تیز ہوا سے اس کا دوپٹا اس کے سر سے اتر کر زمین پہ گر گیا اور اس کے بال بکھر گئے تھے۔

’’ان کہی محبت‘‘

احمر سے اس کی یہ حالت دیکھی نہ گئی تو اس بات کی پروا کیے بنا وہ آگے بڑھا کہ اگر کمرے سے کوئی بھی باہر آ گیا تو کچھ بھی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ اسے اس وقت عارفہ سے کہیں زیادہ آئم کی فکر تھی۔ وہ اس کے قریب آیا، زمین پر سے اس کی چادر اٹھائی اور اس کے سر پہ اوڑھاتے ہوئے خود بھی رو دیا تھا۔

’’ایم سوری...... ایم ریئلی سوری۔‘‘ آئم نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور اس سے دو قدم پیچھے ہوئی مگر یہ سب منظر اندر موجود لوگوں میں سے صرف ’’مسز مرتضیٰ‘‘ (احمر کی ماں) نے ہی دیکھا جو احمر کے پیچھے پیچھے آرہی تھیں۔ آئم کا دھیان ان پہ پڑا ہی تھا کہ وہ فوراً اندر بھاگی۔ کمرے سے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور باہر کی نکل گئی تھی۔

کمرے میں موجود سب لوگ اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ نجم صاحب ہی آگے بڑھے تھے۔

’’بیٹی...... کیسے جاؤ گی تم؟‘‘ اس سے پہلے وہ کچھ بولتے، وہ خود ہی بولی تھی۔

’’انکل...... مجھے جانے دیں اور بے فکر رہیے گا ڈیڈ کو کچھ پتا نہیں چلے گا اور نہ آپ بتایئے گا۔‘‘ اس نے نظریں جھکا کر ان سے کہا تو وہ بھی رو دیئے تھے۔ انہوں نے اسے اپنے سینے سے لگایا، اس کی آنکھوں سے رواں آنسو صاف کیے اور اس کا ماتھا چوم لیا تھا۔ ان سے وداع لینے کے بعد وہ بے بی پھپھو کے قریب آئی تھی۔

’’پھپھو...... مجھے نہیں پتا کہ آپ کو میرے ابا سے کیا پرابلم ہے لیکن آپ نے مجھے جو کچھ کہا کوشش کروں گی کہ اس کے لیے آپ کو معاف کرسکوں۔‘‘ اتنا کہتے ہی وہ کمرے کے دروازے تک آئی جہاں مرتضیٰ صاحب اور ان کی بیگم کھڑے احمر کو سمجھا رہے تھے مگر احمر کی آنکھیں صرف باہر آتی آئم پر ہی ٹکی ہوئی تھیں لیکن آئم نے اسے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور وہاں سے آناً فاناً غائب ہوگئی تھی۔ وہ وہاں سے چلی تو گئی مگر اس کا سکون اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

وہ اٹلی تو پہنچ گئی لیکن کچھ دیر اپنی دوست کے ہاں رہی تاکہ اس کے ابا کو شک نہ ہو کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ جس دن اس کی ریٹرن فلائٹ تھی، وہ اس سے اگلے دن اپنے گھر پہنچی۔ جس سے کسی کو اندازہ ہی نہ ہوسکا کہ آخر پاکستان میں ہوا کیا ہے؟

❁ ❖ ❖ ❁ ❖ ❖ ❁ ❖ ❖ ❁

رات گئے تک مینہ راکنگ چیئر پر بیٹی اس کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔ آخر کیسے وہ احمر، اپنے بھائی کی بے سکونی مٹا سکتی تھی، آخر وہ کس سے مشورہ کرتی، کس سے

بات کرتی، امی اور ابا بھی عمرے پر گئے ہوئے تھے۔ نہیں تو وہ ان سے بات کرتی کیونکہ اک وہی تو احمر کی کیفیت کے بارے میں پوری طرح سے جانتے تھے۔ آخر اس نے تھوڑی سی کوشش کرتے ہوئے ابا جان کو فون ملایا۔

"سلام ابا جانی..... کیسے ہیں آپ؟"

"جی میری بیٹی ٹھیک ہوں۔ تمہاری امی جان ابھی آپ سب کو ہی یاد کر رہی تھیں۔" پہلی بیل پہ ہی انہوں نے فون اٹھا لیا تھا۔

"ڈسٹرب تو نہیں کیا آپ کو اور امی کہاں ہیں؟" وہ کرسی پر سے اٹھی اور بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

"نہیں..... ہم ابھی ریسٹورنٹ سے کھانا کھا کر ہوٹل آئے ہیں، لو اپنی امی سے بات کرو۔" انہوں نے فون بیگم کو دیا۔

"امی کیسی ہیں آپ؟" وہ خوشی سے بولی مگر اس کے لہجے کی نمی انہیں محسوس ہو گئی تھی۔ آخر ماں تھی، بھلا کیسے نہ محسوس کرتی۔

"تم دونوں ٹھیک تو ہو ناں..... احمر کیسا ہے؟"

"امی..... وہ بھائی....." وہ بات کرتے ہوئے خاموش ہو کر رہ گئی۔

"کیا مطلب؟" ان کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے مرتضیٰ صاحب بھی پریشان ہوئے۔

"آئم....." ان کے منہ سے صرف یہی نکلا تھا جو انہیں ساری کہانی سمجھا گیا تھا۔

"پچھلے دو سالوں سے یہ لڑکا بس ایک ہی نام لیے بیٹھا ہے۔ میرے یہاں آنے سے پہلے اس لڑکے نے مجھ سے وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ اس کا نام نہیں لے گا۔"

"امی..... بھائی اپنے وعدے پہ قائم رہتے اگر ثمرین خان کا نیا ناول نہ پڑھتے۔" اس کی یہ بات انہیں بے تکی سی لگی۔

"اب اس میں کیا نئی بات ہے؟"

"امی..... آپ نہیں سمجھیں گی..... آپ پلیز بھائی کے لیے دعا کریں کہ انہیں یا تو آئم مل جائے یا سکون۔" وہ بے حد الجھی ہوئی تھی۔

"میری بچی..... رات دن اللہ کے گھر میں اپنے بچے کی خوشی کے لیے دعا ہی تو کرتی ہوں کہ اسے آئم مل جائے۔ وہ مل گئی تو سمجھو اسے سکون بھی مل جائے گا۔" وہ بے حد اطمینان سے بولیں تو مرتضیٰ صاحب نیم انداز میں مسکرائے۔

"اچھا یہ اپنے ابا کی بات کرواؤ اس نالائق سے۔"

"امی..... میں اپنے کمرے میں ہوں اور بھائی سو گئے ہیں اس وقت لیکن پلیز بھائی سے کچھ مت کہیے گا کہ میں نے آپ کو یہ سب بتایا۔ وہ ناراض ہوں گے مجھ سے۔" وہ التجائیہ انداز میں بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے تمہارے ابا کہہ رہے ہیں کہ اس کا پورا خیال رکھنا اور ہو سکے تو آفس کا کام خود دیکھ لینا کچھ دن یہ نہ ہو وہ پریشانی میں کوئی غلط فیصلہ لے بیٹھے۔"

"بے فکر رہیے اور پلیز دعا ضرور کیجیے گا۔" اس نے انہیں بے فکری کا احساس دلایا۔

"ہاں کیوں نہیں؟ لیکن مجھے اس کی ٹینشن رہے گی۔ مجھے روزانہ وائس میسج میں اس کی کیفیت کے بارے میں آگاہ کرتی رہنا۔ ابھی فون رکھتی ہوں۔ فجر کے لیے جلدی اٹھنا ہے سجدے کے لیے۔"

"جی امی۔" اس نے فون رکھا اور کمرے سے باہر آئی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ احمر سے بات کرے لیکن پھر کچھ سوچتے ہوئے لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی۔

احمر کا دھیان ٹیرس سے نیچے مینہ پہ پڑا تو وہ حیران ہوا۔ اس نے فوراً گھڑی پہ وقت دیکھا۔ گھڑی میں تقریباً گیارہ بج رہے تھے۔ اس نے وہیں کھڑے اسے واٹس ایپ پہ کال کی۔

"مینہ یہاں کیوں بیٹھی ہو؟" مینہ نے فوراً اوپر دیکھا۔

"پریشان ہوں؟"

"کیوں؟" احمر نے ایسے سوال کیا جیسے جانتا ہی نہ ہو۔

"آپ جانتے ہیں اچھے سے۔" اس کے جواب پہ احمر

نے فون رکھا اور تھوڑی دیر بعد وہ وہاں موجود تھا جہاں مینہ منہ پھلائے اداسی سے بیٹھی تھی۔

"ہاں...... مینہ۔" وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"لڈو بھائی...... بہن ہوں میں آپ کی، آپ کی یہ حالت مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ ایک دن آپ وعدہ کرتے ہیں کہ اس کو بھول جائیں گے اور اگلے ہی دن مکر جاتے ہیں۔ میں امی ابو کو کیا جواب دوں گی کہ میں آپ کا خیال نہیں رکھ سکی؟" وہ اس کی بات پہ زخمی انداز میں مسکرا دیا۔

"میں خود چاہتا ہوں اس صورت حال سے خود کو نکالوں لیکن......"

"لیکن...... لیکن کیا بھائی؟ بس کردیں، آپ جیسا پڑھا لکھا انسان اتنا پاگل ہو رہا ہے۔ عجیب بات ہے۔" وہ ذرا غصہ ہوئی تو احمر اس کی بات پہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔ اس کی ہنسی پہ مینہ حیران ہوئی۔

"مینہ...... پڑھا لکھا پاگل ہی ہوں، میرے نام کے ساتھ کسی لڑکی کا نام بدنام ہے کیسے سکون میں ہوسکتا ہوں میں؟ بتاؤ اور وہ بھی اس صورت جب میں یہ جان گیا ہوں کہ وہ نفسیاتی مریضہ بن چکی ہے۔ تو کیسے میں سکون میں ہوسکتا ہوں بتاؤ؟" احمر نے کافی حد تک خود کو کنٹرول کیا مگر دو آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ ہی نکلے تھے۔

"خیر...... میں کل عارفہ سے ملنے جا رہا ہوں۔" اس نے اپنی آنکھوں کے کناروں کو صاف کیا۔

"عارفہ سے...... مگر کیوں، کس لیے، جانتے بھی ہیں کہ وہ آپ سے بات نہیں کرے گی پھر بھی؟" وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"ہاں پھر بھی...... دو سال پہلے تو میں نے اسے اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہا مگر اب میرے پاس یہ ناول ہے جو چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ بے بی پھپو کے حسد نے کیسے ہم دونوں کی زندگی برباد کردی۔ کیسے عارفہ ان کی باتوں میں آکر ہم سے بدگمان ہوگئی تھی۔" مینہ نے اسے قدرے غور سے دیکھا۔ گزشتہ رات کے پیش نظر اس کی حالت آج بہتر تھی۔ اسی لیے اس نے اس سے کسی بھی قسم کی بات یا تکرار سے خود کو باز ہی رکھا تھا۔

❁ ❖ ❖ ❁ ❖ ❖ ❁ ❖ ❖ ❁

"کوئی میل آئی ثمرین؟" فاروق صاحب نے گھر آتے ہی سوال کیا۔

"نہیں...... ابھی تک تو نہیں مجھے نہیں لگتا کہ اس تک یہ ناول گیا ہو یا ہوسکتا ہے کہ ناول میں لکھی کہانی کو وہ سمجھ ہی نہ پایا ہو؟" انہوں نے اپنے اندازے بیان کیے تو وہ پریشان ہوئے۔

"صبح پبلشرز اور آن لائن فورم کو کال کرکے پوچھیے گا کسی نے ہوسکتا ہے ان سے رابطہ کیا ہو۔" وہ پرامیدی سے بولیں۔

"آہم...... مجھے بہت شرمندہ ہے اور اس سے بھی کیا گلہ کرنا؟ اس کی بیٹی کی بارات واپس گئی۔ کیا اس کا یہ دکھ کم ہے، اس سے احمر کا پوچھوں بھی تو کس منہ سے۔" وہ دکھ سے بولے۔

"سچ میں مجھے اس بے بی پہ بے حد غصہ ہے، ہم سب اپنی زندگی میں آگے بڑھ گئے ہیں اور وہ......" ثمرین کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے کافی کے مگ کو زمین پہ پٹخ کر توڑ دیتیں۔

"شکریہ ثمرین...... میری بیٹی کو ہماری بیٹی سمجھنے کے لیے، یہ ڈائری والا آئیڈیا تمہارا ہی تھا نہیں تو ہم شاید اسے ساری زندگی نفسیاتی ڈاکٹر کو ہی دکھاتے رہتے۔" وہ اس کا اپنی بیٹی کے لیے پریشان ہونا دیکھ کر مسکرائے۔

"شکریہ کی کوئی بات نہیں فاروق...... وہ میری بھی بیٹی ہے، میری اپنی۔" ان کی بات سن کر ان کا غصہ ختم ہوگیا، وہ مسکرا دیں۔

"بس دعا کیجیے...... میل آجائے اس لڑکے کی دیکھ لیجیے گا۔ وہ ضرور رابطہ کرے گا۔"

"ثمرین...... آپ کو پتا نہیں کیوں ایسا لگتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ رابطہ نہ کرے۔ اس کا آئم کا دفاع کرنا، شاید وقتی ہو، محبت نہ ہو۔"

"نہیں فاروق..... ایسا بالکل نہیں ہوگا۔ دیکھ لیجیے گا۔" وہ پورے وثوق سے بولیں۔

"آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہیں؟"

"بات صاف اور سیدھی ہے..... کیا عارفہ سے اس نے شادی کی، نہیں ناں؟ تو بس۔" وہ انہیں ایک ہی جملے میں اپنی بات واضح کرتے ہوئے بولیں۔

"اُم..... م....." وہ ان کی بات پہ مسکرائے۔

"میں سوچ رہا تھا آئم کی عارفہ سے بات کروادی جائے..... آئم کو بتادیا جائے کہ ان دونوں کی شادی نہیں ہوئی۔"

"نہیں..... فاروق بالکل بھی نہیں۔" انہوں نے نفی میں گردن ہلائی اور پھر بولیں۔

"ایسے تو اسے پتا چل جائے گا کہ اس کی ڈائری ہم پڑھتے رہے ہیں۔ اس کی ڈائری پہ لکھی اس کی زندگی، ناول بن چکی ہے..... یہ جان کر تو آئم کو ہم پہ بھی یقین نہیں رہے گا۔"

"آہم....." وہ گہری سوچ میں مگن ہوئے۔

ناول کو چھپے تقریباً ایک ماہ ہوگیا تھا مگر کسی نے ان سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ جسے سوچ سوچ کر ان دونوں کو اکثر تشویش ہوا کرتی تھی۔

❁✧✧✧❁✧✧✧❁

اگلی صبح اس نے پیکنگ کی، اپنی اہم چیزیں آئی ڈی کارڈ، اے ٹی ایم اور پاسپورٹ اپنے والٹ میں رکھا اور فیصل آباد پہنچا۔ اپنا ضروری سامان اپنے ایک دوست کے اپارٹمنٹ میں رکھا اور "یونیورسٹی آف فیصل آباد" میں آگیا۔ کینٹین میں اس نے چائے پی اور پھر عارفہ کو ڈھونڈنے میں مصروف ہوا۔ اسے عارفہ کی فیس بک آئی ڈی سے ہی معلوم ہوا تھا کہ عارفہ اسی یونیورسٹی میں "ایم ایس سی" کررہی ہے۔

دوسال پہلے وہ عارفہ سے یہیں ملا تھا جب وہ بی ایس آنرز کررہی تھی۔ وہ یہاں اپنے کزنز سے ملنے آیا تھا تو عارفہ سے اس کی حادثاتی طور پہ ملاقات ہوئی تھی، دونوں میں اچھی دوستی ہوئی اور پھر بات شادی تک پہنچ گئی تھی۔

اسے ڈھونڈتے ہوئے سہ پہر ہوچکی تھی مگر اسے عارفہ کہیں نظر نہ آئی۔ نظر آتی بھی تو کیسے؟ عارفہ جیسی پہلے تھی اب ویسی نہیں رہی تھی۔ اس نے خود کو مکمل طور پہ حجاب میں ڈھانپ لیا تھا۔ چاروناچار اسے وہاں سے واپس ہی آنا پڑا۔ دو تین دن وہ اسے ڈھونڈتا ہی رہا مگر وہ نہیں ملی۔

"کیا میں آپ سے پوچھ سکتی ہوں آپ مسلسل تین دن سے یہاں کیوں آرہے ہیں اور یہاں سب ہی لڑکیوں کو تقریباً ایک ہی نظر سے گھورتے ہیں آخر کیوں؟" ایک طالبہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ وہ کب سے اسے نوٹ کررہی تھی۔

"وہ میں..... وہ....." اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتا اس نے اسے اپنی بات پوری کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔

"کیا وہ میں، اسٹوڈنٹ ہو؟ ویسے لگتے تو نہیں..... خیر یونیورسٹی کارڈ دکھاؤ۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے ذرا بارعب انداز میں کہا۔

"دیکھیے میں اسٹوڈنٹ نہیں ہوں۔ میں یہاں کسی سے ملنے آیا ہوں۔" وہ کنفیوز ہوکر بولا۔

"ہاں تو اسی سے ملیے ناں دیکھنے سے اچھے گھر کے لگتے ہیں آپ..... سومفت مشورہ دے رہی ہوں۔ یہاں اگر کسی نے آپ کی شکایت کردی تو آپ کی خیر نہیں۔" وہ ذرا شوخ وچنچل انداز سے بولی اور کھلکھلا کر ہنس دی تو وہ بھی ہنس دیا۔

"کیا ان کو جانتی ہیں آپ؟" اس نے تھوڑی سی دیر کیے بنا ہی اپنی پینٹ کی جیب سے موبائل نکالا اور اس میں عارفہ کی تصویر دکھائی۔

"نہیں..... کون ہیں یہ؟" اس نے سوال کیا تو وہ چپ رہا۔ "اس کو ڈھونڈ رہے ہیں آپ؟" اس نے دوبارہ سوال کیا۔

"جی....." وہ اب بھی ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ کیا پتا وہ نظر آجائے۔

"میں نے آپ کو پہلے بھی کہا ہے یہاں ایسے مت دیکھیں لڑکیوں کو۔" اس نے تصویر کو تو خوب غور سے دیکھا۔ اس سے پہلے وہ اسے کچھ بتاتی، اس کا دھیان ادھر ادھر دیکھ کر اس نے پھر سے اپنی بات دہرائی۔ "کیا ملنا اتنا ضروری ہے اس سے؟" اس نے گہری نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالی۔

"ظاہر ہے...... اب میں یہاں ایسے تو نہیں آیا۔"

"کہاں سے آئے ہو؟"

"لاہور سے۔" اس نے ٹو دی پوائنٹ جواب دیا تو وہ لڑکی نیم انداز میں مسکرائی۔

"تو تم ہو وہ...... بارات تو واپس لے گئے تھے، اب کیا ارادے ہیں؟" اس کی بات پہ وہ حیرت سے چونکا۔

"کون ہیں آپ؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں اس سے تمہیں مطلب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہم پہلے کبھی نہیں ملے۔" اس نے موبائل اس کے ہاتھ میں تھمایا اور وہاں سے جانے لگی۔

"رکیے......" اس نے اسے پیچھے سے پکارا۔

"مجھے بتا دیجیے کہ کہاں ہے وہ؟ میرا اس سے ملنا بہت ضروری ہے۔" اس نے منت کی تو وہ طنزیہ مسکرا دی مگر پھر اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"اگر وہ اب تم سے مل لے گی تو آگے نہیں بڑھ پائے گی۔ پہلے ہی بہت مشکل سے وہ رضوان کے رشتے کے لیے مانی ہے۔"

"بلیو می...... ایسا کچھ نہیں ہوگا، آپ اگر اسے جانتی ہیں تو......"

"ماہم...... کب سے ویٹ کر رہی ہوں تمہارا، تمہیں گھر ڈراپ کرنے کی حامی کیا بھری، تم نے تو مجھے ڈرائیور ہی سمجھ لیا۔" ابھی وہ اس کے ساتھ الجھ ہی رہا تھا کہ وہ اپنے پیچھے سے آتی ہوئی آواز پہ خاموش ہو کر رہ گیا۔ اسے آواز جانی پہچانی معلوم ہوئی۔

"آ رہی ہوں۔" ماہم نے فوراً سے اپنی چیزیں سنبھالیں اور اس کے ساتھ چل دی۔

احمر نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا جواب ماہم کے ساتھ واپس جا رہی تھی۔ اس کا حلیہ بہت حد تک بدل چکا تھا جس کی وجہ سے وہ اسے پہچان نہ پایا تھا۔ سر پہ ہیر بینڈ کی جگہ اسکارف اور پاؤں میں ہیل والا جوتا اور پازیب کی بجائے ڈارک رنگ کے تسمے والے جوتے تھے مگر پھر بھی وہ بھاگتا ہوا ان دونوں کے پیچھے آیا تھا۔ مسلسل تین دن سے وہ خوار ہی ہو رہا تھا اور اب اسے اس کا کسی سے علم ہوا تھا سو وہ یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔

"ایکسکیوز می...... مس ماہم۔" عارفہ کے بڑھتے قدم رک سے گئے۔ ایک جانی پہچانی آواز اس کے کان سے ٹکرائی تھی۔

"تم چلو...... میں بس پانچ منٹ میں آئی آ کر بتاتی ہوں سب......" اس سے پہلے عارفہ بھی پیچھے مڑ کر دیکھتی ماہم نے اسے ہدایت دی کہ وہ گاڑی میں چل کر بیٹھے کیونکہ وہ اس کی سوالیہ نگاہوں کو سمجھ چکی تھی۔ اس کے جاتے ہی اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔

"میں نے آپ کو مفت مشورہ دیا ہے اپنا نام اس طرح لینے کا مشورہ نہیں دیا۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"ہائے داوے...... میرا نام کیسے جانتے ہو تم؟"

"سوری...... وہ ابھی ان محترمہ نے آپ کو اس نام سے ہی بلایا ہے ناں، میں اگر آپ کا نام جانتا ہوتا تو عارفہ کو ڈھونڈ نکالتا۔"

"ام مم م...... ایک اور مشورہ ہے میرا آپ کو، یہاں سے چلے جائیں۔ آپ کے لیے یہی بہتر ہوگا۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"دیکھیں مس...... آپ جو کوئی بھی ہیں، آپ سے کوئی مشورہ مانگا ہی کب ہے میں نے، آپ ہیں کہ مشورے پہ مشورہ دے رہی ہیں، مت بتایئے کچھ میں خود ڈھونڈ لوں گا اسے۔" آخر وہ اس کے بار بار مشورے والی بات سے عاجز آ چکا تھا۔ ماہم نے منہ بسور کر اس کی طرف دیکھا اور وہاں سے الٹے قدموں واپس لوٹ گئی۔

"اونہہ...... بڑا آیا۔" وہ لاپروائی سے بولی مگر پھر نارمل

ہوگئی۔ ''تھینک گاڈ.....اس نے عارفہ کو پہچانا نہیں۔''

''اوہ..... یہ کیا کر دیا میں نے؟ اس بندی کو اب کہاں ڈھونڈوں گا؟'' اس کے جانے کے پانچ منٹ بعد اسے احساس ہوا کہ اس نے تو اپنے پاؤں پہ خود ہی کلہاڑی مار دی مگر اب اس کے پاس پچھتانے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں بچا تھا۔

❁ ✤ ✤ ❁ ✤ ✤ ✤ ❁ ✤ ✤ ❁

''کون تھا وہ؟'' اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

''تھا کوئی بدتمیز۔'' وہ زچ ہو کر بولی۔

''کیوں..... کیا کہہ دیا اس نے؟''

''کچھ نہیں..... اور اب تم پلیز گاڑی چلاؤ آل ریڈی میرے دماغ کی دہی ہو چکی ہے۔'' ماہم سر پکڑے بولی تو عارفہ ہنس دی۔ اس نے گیئر لگایا اور گاڑی کو ریس دیتے ہوئے گاڑی آگے بڑھائی۔

''ویسے تمہیں لسی پلاؤں یا چائے؟'' عارفہ اس کی حالت کے پیش نظر بولی۔

''عارفہ..... عارفہ..... بس کر دو تم بھی۔'' وہ اس کی ہنسی کو دیکھتے ہوئے ذرا دانت پیستے ہوئے بولی۔

''لگتا ہے کافی سنگین مسئلہ درپیش ہے محترمہ آپ کے ساتھ۔'' اس نے اسے تنگ کیا۔

''عارفہ اب مار کھاؤ گی تم۔'' اس نے ہولے سے ایک تھپڑ اسے مارا اور دونوں کھلکھلا کر ہنسنے لگیں۔

دونوں کو اپنی باتوں میں احساس ہی نہ ہوا کہ گاڑی کی اسپیڈ بڑھ رہی ہے۔ عارفہ کا پاؤں ایکسیلیٹر پہ تھا جسے وہ بے دھیانی سے دبائے ہوئے تھی۔ سامنے سے آتی گاڑی ان کی گاڑی سے ٹکرا گئی تھی۔

''ہے کوئی حال..... کوئی تمیز۔'' ماہم فوراً سے گاڑی سے باہر آئی۔ دوسری طرف سے سامنے گاڑی میں موجود ڈرائیور بھی باہر آ گیا تھا۔

''تم..... ارے کیا ہو گیا ہے تمہیں، تمہیں کہا بھی ہے اگر عارفہ اب تم سے مل لے گی تو آگے نہیں بڑھ پائے گی اور تم..... تم دوسرے راستے سے سامنے آگئے اور گاڑی کو ٹکر مار دی کوئی تہذیب نام کی چیز ہے کہ نہیں؟'' وہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''آپ غلط سمجھ رہی ہیں..... آپ نے گاڑی کی اسپیڈ ہی.....'' اس سے پہلے احمر مزید بولتا اس نے اسے انگلی کے اشارے سے چپ کروایا۔

''چپ ایک دم چپ اور جاؤ یہاں سے..... پتا نہیں کہاں، کہاں سے آجاتے ہیں۔'' ماہم کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔

عارفہ کے کانوں میں جب اس کے الفاظ پڑے ہی تھے کہ وہ اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلی۔ بلاشبہ یہ آواز اس نے پچھلے دو سالوں سے سنی نہیں تھی مگر اس آواز کو وہ اچھے سے پہچانتی تھی۔ یہ آواز کبھی اس کے دل کا سکون ہوا کرتی تھی۔

''احمر.....'' اسے اپنے سامنے پا کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور احمر کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

ان دونوں کے بیچ ماہم ہی تھی جو احمر کو خوب باتیں سنانے میں لگی ہوئی تھی۔ جوں ہی اس کا دھیان احمر پہ پڑا جو ساکت حالت میں کھڑا اپنے سامنے کسی کو بغور دیکھ رہا تھا تو اس نے اس کی نظروں کے زاویے سے اس جانب دیکھا جہاں وہ دیکھ رہا ہے۔

''اف..... ف..... ف۔'' وہ سر پیٹ کر بولی۔

''عارفہ چلو۔''

''عارفہ.....''

''نہیں.....'' عارفہ کی نگاہیں ابھی تک اس پہ جمی ہوئی تھیں۔ ماہم کے بلانے پہ اس نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اسے چپ رہنے کو کہا۔

کچھ دیر بعد دونوں قریب پارک میں موجود بنچ پہ نظریں جھکائے بیٹھے تھے۔ احمر نے جب کافی دیر تک کوئی بات نہ کی تو اس نے ہی بلاتمہید اس سے سوال کیا۔

''کیوں آئے ہو یہاں؟'' ماہم کو عارفہ پہ غصہ آ رہا تھا کہ وہ اب اس انسان سے کیوں بات کر رہی ہے؟

"میرا حال نہیں پوچھو گی؟" احمر نے گویا گلہ کیا۔
"نہیں...... کیوں آئے ہو یہ بتاؤ؟" وہ سرد مہری سے بولی تو وہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔
"وہ...... آئم......" اس نے بولنا ہی چاہا تھا کہ اس نے کھا جانے والی خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔
"تو اب وکالت کرنے آئے ہو تم اس کی۔"
"عارفہ تم پھر سے غلط سوچ رہی ہو۔" اس نے اس سے تکرار کی۔
"میں پرانی کسی بھی بات میں نہیں پڑنا چاہتی، مت بھولو کہ مجھے دھوکہ تم دونوں نے دیا ہے اور اب بھی میں غلط سوچ رہی ہوں داد دینی پڑے گی تمہاری ہٹ دھرمی کی۔" وہ اس پہ پھٹ پڑی تھی۔
"عارفہ اٹھو چلیں۔" ماہم فوراً سے آگے بڑھی۔
"پلیز عارفہ...... میری بات تو سن لو تم نے بھی تو مذاق کیا تھا اور مجھے بلایا بھی تم نے تھا۔" اس نے واضح طور پہ اسے وہ بات سمجھانا چاہی جو وہ اسے اس دن بھی سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔
"احمر بس کرو...... اگر تم اتنے ہی معصوم تھے تو بارات واپس کیوں لے گئے تھے؟ تمہیں مجھ پہ ذرا سا بھی ترس نہیں آیا کہ میری معاشرے میں کیا عزت رہ جائے گی۔"
"ہاں...... مانتا ہوں یہ گناہ ہوا ہے مجھ سے لیکن میں کیسے تم سے شادی کر لیتا، جب تم نے میرا اعتبار ہی نہیں کیا تھا؟" اس نے یہ بات کر کے جیسے اس کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔
"محبت کرنے لگے تھے ناں اس سے تو اب میرے پاس کیا لینے آئے ہو؟ اسے تم مل گئے، تمہیں وہ مل گئی اب میرے پاس اگر معافی کی غرض سے آئے ہو تو ٹھیک ہے میں نے معاف کیا تمہیں اور اسے بھی بس اب میرے سامنے نہ آنا بھی تم۔" وہ بنچ پر سے اٹھی اور وہاں سے چل دی۔
"نہیں ملی وہ مجھے...... وہ کہاں ہے یہ بھی نہیں جانتا میں عارفہ۔" وہ تھک کر بولا کہ عارفہ جاتے ہوئے رکی اور پلٹ کر اسے دیکھا جو مجبور اور لاچار سا اس کے سامنے کھڑا تھا۔
"ہاں عارفہ...... اس دن کے بعد سے وہ اور میں کبھی نہیں ملے۔" اس کی بات سن کر عارفہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ بہنے لگے۔ یہ کیسا انکشاف تھا، وہ تو یہی سمجھی بیٹھی تھی کہ احمر اور آئم شادی کر چکے ہیں۔ اس کے ذہن میں اپنے باپ کی کہی بات گھومی تھی۔
"بیٹا عارفہ ایک مرتبہ آئم سے بات تو کر لو۔" انہوں نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔
"ابو پلیز...... اس کا نام آج کے بعد آپ نے لیا تو بھول جائیے گا کہ میں آپ کی کچھ لگتی ہوں، میں گھر چھوڑ کر ہوسٹل چلی جاؤں گی۔" وہ بہت بدتمیزی سے بولی تھی جس کا اسے بعد میں احساس بھی ہوا تھا لیکن اس کی اس بات کے بعد انہوں نے کبھی بھی اس سے آئم کا ذکر نہیں کیا تھا۔
"تو ابو مجھے کیا بتانا چاہتے تھے؟" اس نے خود سے سوال کیا۔
"عارفہ...... آج یقین کر لو میرا...... اللہ کی قسم جھوٹ نہیں کہہ رہا آئم نفسیاتی مریض بن چکی ہے اور رات دن صرف......" اس سے پہلے وہ بات مکمل کرتا عارفہ بولی۔
"تم نے تو کہا تھا تمہارا رابطہ نہیں...... تو پھر یہ سب؟" وہ الجھ کر بولی۔
"تمہارے ہر سوال کا جواب اس میں ہے۔" اس نے پی ڈی ایف فائل کھولی اور اپنا موبائل اس کے سامنے کر دیا۔
"یہ کیا ہے یہ؟" اس نے موبائل پکڑا اور اس پہ کھلی فائل کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔
"ثمرین خان...... یہ تو آئم کی اسٹیپ مدر ہیں۔ خوب صورت مذاق۔" اس کی حیرت قابل دید تھی۔ ماہم فوراً آگے بڑھی اور اس کا موبائل دیکھا جس پہ ناول کھلا ہوا تھا۔

"کہاں رہ گئے بھائی، کب سے فون ٹرائے کر رہی ہوں، آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟" مینہ نے پریشانی سے دریافت کیا۔

"آج ملی ہے وہ۔" اس نے سادہ لفظوں میں جواب دیا۔

"کیا..... سچی، بات ہوئی اس سے؟" مینہ نے سوال کیا۔

"ہاں..... اسے لگتا تھا کہ میں آئم سے شادی کر چکا ہوں۔"

"اوہ....." مینہ سر پہ ہاتھ رکھ کر بولی۔

"ناول دیا ہے اسے پڑھنے کے لیے..... پتا نہیں کیا فیصلہ کرتی ہے وہ۔" وہ حد درجہ پریشان تھا۔

"اگر اس نے آپ کی بات سن لی اور ناول پڑھنے کا بولا ہے تو سمجھیں مثبت جواب ہی ملے گا۔" اس نے اسے تسلی دی اور فون رکھ دیا۔ احمر اپنے دوست کے اپارٹمنٹ آیا اور فریش ہونے کے بعد سونے کے لیے لیٹ گیا تھا۔

کافی دنوں بعد وہ آج سکون کی نیند سویا تھا اور اس کی اہم وجہ اس کا عارفہ سے ملنا اور اپنے اور آئم کے متعلق اس کے شبہات کو دور کرنا تھا۔ کب رات ہوئی اسے اندازہ ہی نہیں ہوا۔ اپنے فون پہ ہونے والی بیل کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔

"ہیلو..... کون؟" وہ گہری نیند میں بولا۔

"احمر..... گھر آؤ..... مجھے تم سے ملنا ہے۔" عارفہ نے شرمندگی سے کہا اور فون رکھ دیا۔

وہ فوراً اٹھا اور ہاتھ منہ دھونے کے بعد اس کے گھر کی طرف آ گیا۔ آدھ گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ اس کے گھر میں تھا۔ نجم صاحب اس کی اچانک آمد پہ مسکرائے تو اس نے انہیں بتایا کہ اسے عارفہ نے بلوایا۔

"جانتا ہوں بیٹے لیکن دیر کر دی تم نے آنے میں۔" وہ صوفے پہ براجمان تھے۔

"انکل قسمت کو شاید یہی منظور تھا۔" وہ تاسف سے بولا تو انہوں نے اسے مزید بتایا۔

"میں نے بہت بار آئم کے بارے میں عارفہ کو بتانا چاہا لیکن اس نے کسی کی نہیں سنی، آئم کا نام لیتے ہی وہ بے حد غصہ میں آ جاتی تھی۔ آج جب اس نے مجھ سے خود آئم کے بارے میں بات کی تو میں حیران تھا تمہاری آمد کا بھی وہ مجھے بتا چکی ہے۔" وہ اسے سب بتا رہے تھے کہ عارفہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

"تم دونوں باتیں کرو میں چائے بھجواتا ہوں۔" وہ وہاں سے چلے گئے۔

"احمر کیسے ہو تم؟" وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ اس کے سوال پہ اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟ حال پوچھ رہی ہوں تمہارا اور واقعی پوچھ رہی ہوں۔" وہ اس کی نیند سے بوجھل آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"لگتا ہے میرا فون سنتے ہی تم بھاگے بھاگے آ گئے ہو۔ ایسا ہی ہے ناں؟" اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور ہنس دیا۔ ایک عرصے بعد دونوں ملے تھے اور پہلے کی طرح ہی بے تکلفی سے باتیں کر رہے تھے۔

"لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں تم مجھ سے ملنے تو آئے ہو مگر تمہیں اس کی چاہت مجھ تک کھینچ لائی ہے، کتنی عجیب بات ہے ناں احمر، کبھی میرے بلانے پہ تم یوں ہی دوڑے چلے آتے تھے اور آج بھی آئے ہو لیکن میرے لیے نہیں بلکہ آئم کے لیے۔" وہ بات کرتے ہوئے ذرا آبدیدہ ہوئی مگر پھر بھولے پن سے مسکرا دی۔

"عارفہ..... آئم سوری۔" وہ نظریں جھکا کر بولا۔

"نو..... نو سوری..... محبت کرتے ہو اس سے تو اس میں سوری کی کیا بات بھلا؟" وہ نیم انداز میں مسکرائی۔

"مجھے یقین ہے رضوان تمہارا بہت خیال رکھے گا۔"

"رضوان..... تم کیسے جانتے ہو اسے؟" وہ چونکی۔

"ماہم نے بتایا تھا۔"

"اممم..... ہاں کہتا ہے محبت کرتا ہے مجھ سے، بس دعا ہے کرتا ہی رہے۔" وہ ہنس دی۔

"اس سے ایسا مذاق نہ کرنا۔" وہ بھی اسی کے انداز میں

بولا تو وہ ہنس دی مگر ہنستے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔
"بہت غلط کیا میں نے احمر، تم دونوں کی بات ہی نہیں سنی بہت بار ابو نے کوشش کی کہ وہ مجھ سے اس کے بارے میں بات کریں لیکن میں نے ان کی بھی کوئی بات نہیں سنی۔"
"اس سے بات نہیں ہوئی؟" آخر وہ اس سے پوچھنے کی جسارت کر پایا۔
"نہیں...... کس منہ سے کروں اس سے بات، میں نے کچھ سوچا ہے۔" وہ کچھ دیر توقف کے بعد بولی تو احمر نے گہرے انہماک سے اس پہ نگاہ ڈالی۔
"اگر میں اور تم اس سے ملنے جائیں تو؟"
"کہاں...... اٹلی؟" اس نے سوال کیا۔
"ہاں ظاہر ہے، فاروق انکل سے بات ہوگئی ہے میری، انہیں کوئی مسئلہ نہیں اب تم بتاؤ۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا کیونکہ اس کی آنکھوں سے صاف جھلک رہا تھا کہ وہ اسے دیکھنے کے لیے کتنا بے تاب ہے۔
"کب جانا ہے؟"
"پاسپورٹ بنا ہوا ناں تمہارا اور کیا پاس بھی ہے؟" وہ مسکرائی۔
"ہاں...... پاس ہی ہے۔"
"واہ...... تم تو سب بندوبست کر کے ہی آئے ہو۔" اس نے اسے گویا داد دی تو وہ ہولے سے مسکرا دیا۔
"لیکن عارفہ اگر اب اس نے ہماری بات نہ سنی تو؟" اس کے سوال پہ وہ جز بز ہو کر رہ گئی مگر پھر کچھ سوچتے ہوئے پورے وثوق سے بولی۔
"میری نہ سہی لیکن تمہاری ضرور سنے گی۔" احمر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"مجھ سے بہت شکایات ہیں اسے شاید میری شکل تک نہ دیکھنا چاہے لیکن تم سے تو محبت کرتی ہے وہ۔"
"عارفہ...... وہ......"
"کچھ مت کہو...... کہانی میں پڑھ چکی ہوں، کتنا بلند درجہ ہے ناں تم دونوں کی محبت کا، نہ قول و قرار اور نہ کوئی عہد و پیماں، کاش میں تب سمجھ جاتی تو تم دونوں ساتھ ہوتے، خیر اگلے مہینے شادی ہے میری آنا تو پڑے گا اسے۔" احمر نے کچھ کہنا چاہا مگر اس کے منہ سے اس کی شادی والی بات پہ وہ کچھ نہ کہہ سکا۔
عارفہ سے ملنے کے بعد اس نے ساری صورت حال سے مینہ کو آگاہ کیا تو مینہ نے اسے بڑے آرام سے اٹلی جانے کا کہا اور خود اپنی خالہ کے ہاں چلی گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اب کسی قسم کی دیر سے احمر مزید الجھ کر رہ جائے۔ دو سال بعد آئم سے ملنے کی امید جاگی تھی سو وہ اسے کسی صورت جانے سے روک نہیں سکتی تھی۔

❁⁂⁂⁂❁⁂⁂⁂❁

"کاش کہ کبھی ایسے ہو جائے...... وہ میرے سامنے ہو اور میری ایک مسکراہٹ دیکھنے کے لیے بے چین لیکن یہ سب تو صرف خیالوں یا پھر خوابوں میں ہی ممکن ہوتا ہے۔ سوچتی ہوں اگر یہ خواب حقیقت نہیں بن سکتے تو پھر آتے ہی کیوں ہیں؟ کتنی حسین تلخ یاد ہے کہ بھلائے بھولتی ہی نہیں۔ نہ تمہیں جی بھر کر دیکھا، نہ تم نے کچھ کہا اور نہ میں نے، کتنا عجیب احساس ہے ناں، عارفہ تمہارا وہ مذاق میری ساری عمر کا روگ بن کر رہ گیا لیکن کیسے کہوں تم سے کہ میں نے دھوکہ نہیں دیا تمہیں، احمر پہ تو اب تمہیں یقین آ گیا ہوگا۔ شادی کے بعد تو عورت کو یقین کرنا پڑتا ہی ہے۔" لان میں بیٹھے وہ خود سے باتیں کرنے میں مگن تھی۔ اس کا دھیان گھاس پہ گری شبنم پہ تھا جو خوب چمک رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ سوچتی رہی۔ دور کھڑا احمر، عارفہ کے ساتھ اسے کافی غور سے دیکھ رہا تھا۔ عارفہ کا بھی حال کچھ ایسا ہی تھا۔
"کیا تھی یہ اور کیا ہو کر رہ گئی ہے صرف میری وجہ سے۔" اس نے خود سے استفسار کیا۔
(ملے جب ہم تم)
دونوں کو اسے بغور دیکھتے ہوئے دیکھ کر وہ آگے بڑھیں اور ان کے پاس آ کر بولی۔

"جانتی ہو وہ تمہیں اپنی جان سے زیادہ محبت کرتی ہے، تمہارے ساتھ غلط کرنے کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتی، رات دن اس کا ضمیر اسے اس کے ناکردہ گناہوں پہ جھنجھوڑتا ہے۔ کئی سائیکاٹسٹ کو دکھایا لیکن بے سود۔"

"سمی آنٹی..... ایم رئیلی سوری۔" شرمندگی عارفہ کے چہرے سے صاف جھلک رہی تھی۔

ابھی وہ دونوں ایک دوسرے سے باتیں کر ہی رہی تھیں کہ احمر اپنی ہی مستی میں محو اس جانب بڑھتا چلا گیا جہاں آئم بیٹھی تھی۔ آئم کرسی پر سے اٹھی اور اپنی جانب آنے والے انسان کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہ تو وہی انسان تھا جسے وہ خواب میں دیکھا کرتی تھی یا اس کا عکس ہی بنا کرتی تھی۔ ثمرین اور عارفہ اسے اس کی جانب بڑھتا دیکھ کر اسے دیکھنے لگیں۔

احمر اس کے قریب آیا اور محبت سے مسکرایا۔ ایسا اس کے ساتھ اکثر ہوتا تھا۔ اس نے آگے بڑھنا چاہا مگر اپنے وہم پہ اپنا سر جھٹکتے ہوئے مسکرا دی۔

"آج پھر وہم۔" اس نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ مارا اور رخ پلٹ کر واپس جانے ہی لگی تھی کہ اس کا نارنجی دوپٹا ہوا سے اس کے منہ پہ گرا تھا۔

"وہم نہیں ہے آج۔" اس نے دوپٹے کو اپنے منہ پر سے ہٹایا اور اس کے قریب ہو کر بولا۔ اس کی بات پہ وہ رکی اور پلٹی۔ اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور اسے چھوتے ہوئے رک سی گئی۔

"احمر....." اس نے زیر لب خود سے سوال کیا۔ وہ سفید شرٹ اور کالی پینٹ میں خاصا ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

"نہیں..... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" اس نے خود سے سرگوشی کی۔ عارفہ آگے بڑھی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ اس کے قریب آئی اور اس کے گلے لگ گئی۔

"اتنا حیران کیوں ہو..... کیا اٹلی نہیں آ سکتے ہم لوگ؟" اس نے بے حسی سے اسے دیکھا جس کے چہرے پہ اسے ملنے کی صرف خوشی تھی، اپنے کیے گئے جرم کا پچھتاوا نہیں تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اس کا دھیان اس کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں موجود انگوٹھی پہ پڑا تو وہ جز بز ہو کر رہ گئی۔ عارفہ اس کی نظروں کے زاویے کو خوب اچھے سے سمجھ چکی تھی۔ اس سے پہلے وہ اسے کچھ بھی واضح کر پاتی، اس نے دونوں کو خوب غور سے دیکھا اور لاپروائی سے اپنے قدم پیچھے کی جانب کھسکائے، جیسے انہیں جانتی ہی نہ ہو۔ آناً فاناً وہ وہاں سے غائب ہو گئی۔ دونوں اس کے ردعمل پہ حیران ہو کر رہ گئے۔

"مجھے شاید نہیں آنا چاہیے تھا۔" اب کے عارفہ کے چہرے پہ شرمندگی تھی۔

ثمرین خان نے آئم کو اپنے پاس سے تیزی سے گزرتے ہوئے پایا تو اسے روکنا چاہا مگر اس نے انہیں روکنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے اس کے کمرے تک آئیں مگر اس سے پہلے وہ کمرے میں بند ہو چکی تھی۔

"آئم..... اوپن دا ڈور بیٹی..... اتنی دور سے ملنے آئے ہیں تم سے وہ لوگ۔" انہوں نے دروازے پہ دستک دی اور اسے سمجھایا۔

"آپ جائیں یہاں سے پلیز، مجھے کسی سے نہیں ملنا اور ان لوگوں سے بھی کہہ دیں کہ وہ لوگ جائیں یہاں سے، میں نہیں جانتی ان کو۔" وہ کمرے کے اندر سے ہی اونچی آواز میں بولی۔

"ایسے کیسے کہہ دوں، گھر آئے مہمان کے ساتھ کوئی ایسا کیسے کر سکتا ہے؟" انہوں نے دوبارہ سے دروازے پہ دستک دی۔

"اس سے تو کم ہی ہے جو میرے ساتھ ہوا تھا۔" اس نے خود کلامی کی اور انہیں جواب دینے سے قاصر رہی۔

"آئم بیٹی..... آئم..... کچھ تو جواب دو۔" وہ منمنائیں۔ اس کی بات ان دونوں کے کانوں میں پڑ چکی تھی جو لان سے لاؤنج کی طرف آ رہے تھے۔

"آنٹی..... گیو ہر سم ٹائم..... اس کا ایسا کرنا بالکل ٹھیک ہے، میں نے بہت برا کیا تھا اس کے ساتھ۔"

عارفہ کی بات اس کے حلق میں پھنس گئی تھی۔

"آئی ایم سوری بیٹا۔" وہ عارفہ کی کیفیت کے پیش نظر بولیں۔

"اٹس او کے آنٹی۔" اس کی آواز بھرائی۔ "مجھے اس کے گلے لگنے کی بجائے شاید اپنے ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگنی چاہیے تھی۔"

"بیٹا..... اس کا ری ایکشن وقتی ہے سب ٹھیک ہو جائے گا۔" انہوں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

❁✧✧✧❁✧✧✧❁

"فاروق کچھ سمجھ نہیں آرہا وہ تو مجھ سے بھی بات کرنے سے گریزاں ہے، صرف اتنا کہا کہ ان دونوں سے کہوں کہ یہاں سے چلے جائیں۔" وہ اپرن پہنے کچن میں کھانا پکا رہی تھیں اور فاروق صاحب ان کے کام میں مدد کر رہے تھے۔ وہ اکثر شام میں جلدی گھر آجایا کرتے اور شام کے کھانے میں ان کی مدد کروایا کرتے تھے۔

"تم نے یہ کہا تو نہیں ان دونوں سے؟" وہ کٹر بورڈ پہ سبزیاں کاٹتے ہوئے سوالیہ انداز میں بولے۔

"نہیں۔" انہوں نے نفی میں گردن ہلائی مگر پھر آسودہ سی مسکان لیے بولیں۔ "لیکن وہ دونوں سب سن چکے ہیں۔"

"اوہ..... میں کرتا ہوں بات آئم سے..... گھر آئے مہمانوں کے ساتھ بھی ایسا کوئی کرتا ہے؟" وہ پریشانی سے بولے۔ انہوں نے کٹر بورڈ کو ایک سائیڈ پہ رکھا اور صافی کی مدد سے اپنے ہاتھ صاف کیے اور کچن سے باہر آئے۔ تین سے چار مرتبہ دستک دینے کے بعد بھی دروازہ نہ کھلا اور نہ ہی اندر سے کوئی جواب موصول ہوا تھا۔ آخر انہوں نے اسے آواز دی۔

"آئم....." وہ بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹی ہوئی تھی مگر ان کی آواز سن کر وہ نارمل ہوئی اور دروازہ کھولا۔

"جی ڈیڈی۔"

"اجازت ہو تو اندر آجاؤں؟" وہ دروازے کے پاس سے ہٹی اور انہیں اندر آنے کے لیے رستہ دیا۔

"طبیعت ٹھیک ہے میرے بیٹے کی؟" وہ صوفے پہ براجمان ہوئے۔

"جی....." اس نے نظریں جھکا کر سادگی سے جواب دیا۔

"پتا چلا مجھے..... آج پاکستان سے تمہارے دوست آئے ہیں۔"

"میرا کوئی دوست نہیں۔" اس نے بگڑ کر جواب دیا تو وہ کچھ دیر خاموش رہے۔ انہوں نے اس پہ گہری نگاہ ڈالی اور چپ چاپ کھڑے رہے۔ آئم کو جب محسوس ہوا کہ وہ انہیں کافی بدتمیزی سے جواب دے چکی ہے تو اس نے ہی بات کرنے میں پہل کی۔

"دیکھیں ڈیڈی..... ان دونوں کے یہاں آنے کا کیا مقصد ہے اب، اب ان کی شادی شدہ زندگی میں کوئی مسئلہ ہوگا تو پھر مجھے ہی الزام دیا جائے گا۔" اس نے ان سے ایسے بات کی جیسے وہ جانتی ہو کہ فاروق صاحب کو اس معاملے کا بخوبی علم ہو۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟ جانتی ہوں کہ آپ میری کہانی، ثمرین آنٹی کے لکھے گئے ناول میں پڑھ چکے ہیں۔ میں کافی ٹائم سے جانتی ہوں یہ لیکن چپ رہی کہ میری وجہ سے گھر میں کوئی بدمزگی پیدا نہ ہو اور ہاں، ثمرین آنٹی سے کہہ دیجیے گا کہ وہ لوگوں سے ملنے والے فیڈ بیک کے مطابق ناول کا دوسرا حصہ جیسے چاہیں لکھیں ہیپی اینڈنگ کرنا چاہتی ہیں تو شوق سے کریں لیکن اس میں حقیقت کے رنگ نہ بھریں۔" ثمرین جو کمرے میں داخل ہونے ہی والی تھیں کہ اس کی بات سن کر ان کے قدم وہیں رک گئے تھے۔ فاروق صاحب بھی اس کی بات پہ ہکا بکا رہ گئے تھے۔

"اُف..... ڈیڈی کیا ہو گیا ہے؟" ان کے ردعمل پہ وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "آپ تو ایسے حیران ہو رہے ہیں، جیسے میں نے کوئی انہونی بات کر دی؟" اس نے استفسار کیا مگر وہ اب بھی حیرت سے اس کا منہ دیکھ رہے تھے۔ آخر وہ سائیڈ ٹیبل کی جانب بڑھی۔

"پڑھ چکی ہوں ان کا نیا ناول۔" اس نے فوراً سے موبائل ہاتھ میں لیا اور انہیں دکھایا۔

"آئم سوری بیٹا۔" وہ فوراً روم میں داخل ہوئیں اور اس سے معذرت کرتے ہوئے بولیں۔

"نو...... نو...... اٹس او کے۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں معافی مانگنے سے روکا۔ "آپ کون سا میری سگی ماں ہیں جو میرا راز رکھتیں؟ آپ نے تو ڈائری پہ لکھی اک اک بات جوں کی توں لکھی، میں بھی کیا، آپ کی اپنے لیے کیئر دیکھ کر سمجھی تھی آپ جیسا کوئی نہیں لیکن میں غلط تھی کیونکہ ماں تو اپنی ہی ہوتی ہے۔" وہ سسکی بھر کر بولی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو زار و قطار بہنے لگے۔ ثمرین اور فاروق صاحب کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔

"بیٹی...... ثمرین کی نیت بری نہیں تھی، تمہاری حالت اس سے دیکھی نہیں جا رہی تھی، وہ پڑھ کر ہی تو عارفہ کو اندازہ ہوا کہ تم غلط نہیں تھیں، تم نے دوستی کا بھرم بھی نہیں توڑا۔ یہ جان کر ہی تو وہ تم سے ملنے آئی ہے۔"

"وہاٹ ایور ڈیڈ...... میری ڈائری پہ لکھے الفاظ چرائے ہیں انہوں نے اور چوری چوری ہی ہوتی ہے چاہے پیسوں کی ہو یا کسی کے لکھے گئے الفاظ کی۔" وہ بات کرتے ہوئے رکی اور پھر کچھ دیر توقف کے بعد دوبارہ بولی۔

"آپ کے مطابق اس میں میری بھلائی ہے، اس کے معافی مانگنے سے میری ذات پہ لگے الزام صاف ہو جائیں گے؟" اس نے جواب مانگتی نظروں سے انہیں دیکھا مگر وہ دونوں کچھ بول نہ پائے۔ "بتایئے ناں، بتایئے آپ دونوں، کیوں چپ ہیں اب؟" وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔

پچھلے دو سالوں سے اس کا حال ایسا تھا جیسے خاموش سمندر مگر اب اسی خاموش سمندر نے طوفان کی سی صورت اختیار کر لی تھی۔ وہ جس کی زبان گھنٹوں خاموش رہا کرتی تھی۔ آج بے اختیار بول رہی تھی۔ ثمرین نے اسے اپنے سینے سے لگانا چاہا مگر وہ اس سے دور ہوئی۔ اس نے خود کو سنبھالا اور اپنے آنسوؤں کو پیتے ہوئے دوبارہ بولی۔

"میں جانتی ہوں...... آپ دونوں بس مجھے سمجھا سکتے ہیں لیکن مجھے آپ کی کوئی نصیحت نہیں چاہیے پلیز۔" انہیں یہ ڈر تھا کہیں وہ خود کو نقصان نہ پہنچا لے سو دونوں نے اس سے بحث نہ کرنے پہ ہی اکتفا کیا۔

❁ ❖ ❖ ❁ ❖ ❖ ❁

"مجھے لگتا ہے ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ ناول میں تو یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے اس سے اپنی ہار کا بدلہ لیا ہے۔ اب بھلا کوئی ایسے بھی کر سکتا ہے؟ وہ سب تو ایک گیم تھا اور بس۔" آخر احمر کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔

"نہیں احمر...... ہم نہیں جائیں گے، ہم اسے لے کر ہی جائیں گے۔" ثمرین خان نے چائے کا تھرماس میز پر رکھا اور چائے کپوں میں ڈال کر باری باری دونوں کو دی۔ وہ ان دونوں کے سامنے بیٹھیں اور احمر کو گہری نگاہ سے دیکھنے لگیں جس پہ احمر کو عجیب سا محسوس ہونے لگا۔

"آپ...... ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟" وہ کنفیوز ہوا۔

"سوچ رہی ہوں، اتنی جلدی کیسے ہار گئے تم؟ "ہار کا بدلا" یہ بات تمہیں یاد ہے جس کے ساتھ اس نے "شاید" کا لفظ استعمال کیا تھا مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ اس کا "دل نہیں مانتا کہ یہ بات سچ ہو" کیونکہ اس کا دل بھی اسے تمہارے خلاف کر ہی نہیں پایا۔" انہوں نے اسے تفصیلی طور پہ وہ بات دوبارہ سے بتائی جو وہ پہلے سے ہی اپنے ناول میں قلم بند کر چکی تھیں۔

"تو پھر اب ایسا کیوں؟" وہ الجھ کر بولا۔

"آنٹی...... میں جاؤں اس کے پاس؟" عارفہ نے اجازت چاہی تو وہ اپنا خدشہ ظاہر کرتے ہوئے بولیں۔

"مجھے نہیں لگتا کہ وہ تم سے کوئی بات کرے گی۔"

"وہاٹ ایور، میں تو اس سے بات کروں گی ناں، وہ میری بات سنے گی تو بھلے خود کچھ نہ کہے مگر اس طرح سے خود کو اذیت تو نہ دے۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ میز پہ رکھا اور وہاں سے اٹھی۔

پانچ منٹ میں ہی وہ اس کے کمرے کے باہر تھی۔ جوں ہی اس نے دستک دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو

دروازے کو کھلا پایا۔ وہ سکون کی غرض سے اپنی آنکھیں بند کیے راکنگ چیئر پہ بیٹھی تھی مگر اس کے ذہن میں ماضی کی تلخ یادیں اس کا سکون غارت کرنے کے لیے کافی تھیں۔ وہ اس کے قریب آئی اور اس کے قدموں میں بیٹھ کر رونے لگی۔ آئمہ کو جب کسی کی سسکیوں کی آواز محسوس ہوئی تو اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں تو اس نے عارفہ کو اپنے قدموں میں بیٹھا پایا۔

"کیا کر رہی ہو تم..... ہٹو عارفہ؟" وہ اس کے قدموں میں بیٹھی زاروقطار رو رہی تھی، آئمہ اپنی جگہ سے اٹھی۔

"تم کب سے اتنی سنگ دل ہوگئی ہو آئمہ؟ تم تو ایسی نہیں تھیں، میرے رونے سے تو تمہیں تکلیف ہوتی تھی ناں تو آج کیوں تمہیں تکلیف نہیں ہو رہی؟" وہ کرسی پہ اپنا سر ٹکائے بیٹھی تھی۔

"عارفہ اٹھو..... پلیز۔" وہ تھوڑا زمین کی جانب جھکی اور اسے اس کے بازو سے پکڑ کر اٹھایا تو وہ اس کے سینے سے لگ گئی۔

"کیا مجھے معاف نہیں کر سکتیں تم؟" آئمہ نے اسے اپنے سینے سے الگ کیا اور اس کے چہرے کو بغور دیکھنے لگی جس پہ ندامت کے ساتھ ساتھ پچھتاوا بھی تھا۔

"عارفہ..... دوست جب اعتبار کرنا چھوڑ دے تو انسان کے پاس کچھ بھی نہیں بچتا اور میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا، مجھے ہر ایک نے برا سمجھا، مجھے پروا نہیں ان میں سے کسی ایک کی بھی کیونکہ وہ شاید مجھے جانتے ہی نہیں تھے مگر تم تو جانتی تھی ناں، تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں تمہارے ساتھ کچھ برا کر سکتی ہوں؟ اور تم نے تو میرے کردار پہ ہی انگلی اٹھا دی تھی۔" وہ ذرا سسکی بھر کر بولی اور عارفہ مجرموں کی طرح اس کے سامنے نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

"جانتی ہو عارفہ..... ایسا دوست جو بچپن سے آپ کے ساتھ ہو، آپ کی ہر چھوٹی سی چھوٹی عادت، بات او راز سے واقف ہو اور پھر وہی آپ کے کردار پہ انگلی اٹھائے تو بتاؤ کیا اس کی حالت میرے جیسی نہیں ہوگی؟" عارفہ نے نظر بھر کر اسے بے چارگی سے دیکھا۔ وہ ٹوٹ چکی تھی مگر پھر بھی خود کو جمع کیے ہوئے تھی۔

"دوست تو مان ہوتے ہیں ناں، مشکل میں سہارا دینے والے، آپ کے لیے دنیا سے لڑ جانے والے، میں نے چاہا کہ تم سے بات کروں لیکن تم نے میری بات سنی ہی نہیں پھر میں نے اپنا معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیا تھا۔" اس نے اپنی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو صاف کیا اور بات کرتے ہوئے مسکرائی۔ "خیر..... کیا رکھا ہے ان باتوں میں..... تم کہو کیسے گزر رہی ہے زندگی؟"

"تمہارے بنا بھی یہ زندگی بھلا کوئی زندگی ہوئی؟" عارفہ کی آنکھیں ابھی تک اشک بار تھیں۔

"تو شاعری کرنے لگی ہے میری دوست۔" آئمہ نے اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کیا اور مسکراتے ہوئے بولی۔ "شادی بہت بہت مبارک ہو تمہیں۔" اس کی بات پہ اس کے چہرے پہ پانچ سیکنڈ پہلے آئی مسکراہٹ یک دم غائب ہوئی۔

"تم دونوں اچھے لگتے ہو ساتھ میں۔" اب کے عارفہ کو اس کی باتوں کا مفہوم سمجھ آنے لگا تھا۔

"ارے نہیں..... نہیں..... ایسا کچھ بھی نہیں ہے جیسا تم سوچ رہی ہو۔" وہ تھوڑی سی دیر کیے بنا ہی بولی۔ اسی اثناء میں احمر اس کے کمرے میں داخل ہوا تو اس کی بات ادھوری ہی رہ گئی۔

"آپ کے بنا بھلا کیسے شادی ہو سکتی ہے؟ آپ کو ہی تو لینے آئے ہیں۔" آئمہ نے دروازے پہ موجود احمر کو دیکھا جو آہستہ آہستہ ان کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آئمہ کے لیے عزت اور محبت دونوں موجود تھیں۔ آئمہ کی حیرانگی قابل دید تھی۔ اس نے پوچھنا چاہا۔

"اس دن شادی کیوں نہیں کی؟" لیکن وہ پرانی کسی بھی بات میں پڑنا نہیں چاہتی تھی۔

"نہیں..... میں نہیں جا سکتی آپ لوگوں کے ساتھ پہلے ہی میری وجہ سے....."

"کچھ نہیں ہوا تھا آپ کی وجہ سے..... آخر یہ بات

آپ کو کیوں نہیں سمجھ آرہی؟" اس نے اس کی بات کو ذرا تلخی سے کاٹا۔

لیکن پھر بھی۔" وہ اپنی بات پہ قائم تھی۔

"دل میں بات رکھنے سے دل صاف نہیں ہوتا۔" اس نے احمر کی طرف کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور پھر بولی۔

"عارفہ..... میرے دل میں کوئی میل نہیں ہے تمہارے لیے لیکن میں سوچ چکی ہوں کہ اب کبھی پاکستان نہیں جاؤں گی۔" اس نے عارفہ سے ہی کہا مگر عارفہ کی بجائے جواب احمر نے دیا۔

"بات تو وہیں ہے میڈم۔" وہ ہنسا تو عارفہ اس کے قریب آ کر ذرا آہستگی سے بولی۔

"احمر..... بس بھی کردو، یہ سمجھ رہی ہے کہ ہم دونوں کی شادی ہورہی ہے۔" احمر نے ایک نظر مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر عارفہ سے بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ اسے کیسے منانا ہے۔" اس نے پورے وثوق سے کہا۔ ان دونوں کو آپس میں بات کرتا دیکھ کر آئم رخ موڑ کر کھڑی ہوگئی۔

"منانے کی بجائے مزید ناراض ہوجائے گی احمر..... تم کیا ڈرامہ نگار ہے ہو؟" وہ دانت کچکچاتے ہوئے بولی مگر اسے اس کی کوئی بات سمجھ آتی تب ناں۔ احمر آہستگی سے قدم بڑھاتے ہوئے اس کے قریب آیا۔

"تو ہماری شادی ہوتے نہیں دیکھ سکتیں آپ؟" اس کی بات پہ وہ یک دم پلٹی، اسے اپنے اتنے قریب دیکھ کر وہ ذرا پیچھے ہوئی۔

"کیا مطلب ہوا آپ کی اس بات کا؟"

"احمر....." عارفہ نے دانت کچکچا کر ذرا غصہ سے اس کا نام لیا لیکن احمر کو کس چیز کی پروا تھی؟ جسے وہ پڑھ چکا تھا، اب محسوس کررہا تھا بس اب اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔

"شش..... مجھے بات کرلینے دو ذرا۔" اس نے انگلی کی مدد سے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ "ہاں تو مس آئم..... دکھ ہوگا آپ کو، اذیت یا کچھ اور؟"

"یہ آپ کس انداز میں بات کررہے ہیں مجھ سے اور یہ کیا بات کررہے ہیں؟" وہ ہڑبڑائی جبکہ عارفہ بے بسی سے احمر کو دیکھ رہی تھی۔

"اذیت سے بچنا چاہتی ہیں آپ؟" وہ اس کے ردعمل کی پروا کیے بنا پھر سے بولا۔

"اذیت..... کیسی؟ آپ کی شادی تو خوشی کی بات ہے اس میں اذیت....." آخر اس کی زبان لڑکھڑائی تو وہ فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔

"احمر..... کیا ہوگیا ہے؟ کس قسم کی باتیں کررہے ہو۔ اتنی مشکل سے تو منایا ہے اسے اب تم....." وہ اسے کوسنے لگی مگر احمر کا پورا دھیان آئم پہ تھا جس کے چہرے سے اس کی محبت صاف جھلک رہی تھی اور وہ اسے دیکھ کر برابر مسکرا رہا تھا۔

"احمر..... تم سے بات کررہی ہوں۔" جواب نہ پاکر عارفہ پھر سے بولی تو اس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہاں سے جانے کے لیے کہا۔

"عارفہ پلیز....." عارفہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر آئم کو مگر احمر کے التجائیہ انداز پہ اسے وہاں سے جانا ہی پڑا تھا۔

"عارفہ..... رکو۔" آئم آگے بڑھی تو وہ اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔

"بہت عزت کرتا ہوں میں آپ کی اور امید کرتا ہوں کہ آپ میری پوری بات سنیں گی۔"

"کیوں سنوں میں آپ کی بات؟ آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں، ثمرین آنٹی نے ناول میں جو کچھ بھی لکھا وہ سب ان کے اپنے تخیلات ہیں۔" وہ ہولے سے مسکرایا۔

"میں نے تو اس کی بات ہی نہیں کی، میں اس کی بات کررہا ہوں جو میرے سامنے ہے۔"

"کیا..... کیا ہے آپ کے سامنے؟" وہ چونکی۔

"آپ....." وہ ذرا محبت سے بولا تو چند لمحے کے لیے وہ ذرا سکتے میں رہ گئی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں، تکلیف سے بچنا چاہتی ہیں

ناں، سامنا نہیں کر سکتیں آپ؟"

"نہیں..... بالکل غلط، غلط کہہ رہے ہیں آپ، ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ بار بار بولی۔

"آپ کی منگنی ہو، شادی ہو، بچے ہوں یا کچھ بھی مجھے کیا۔" احمر کو اس کی اس بات پہ ہنسی آ گئی۔

"عارفہ..... بہت اچھی ہے پلیز آپ....." اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتی اس نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہاں تو فیصلہ آپ پر..... عارفہ آپ کے بنا شادی نہیں کرے گی اور میری شادی آپ کے بنا ادھوری ہے۔ فیصلہ آپ پر ہے۔" وہ ذو معنی الفاظ میں بولا جسے وہ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ سمجھ پاتی احمر نے اسے بولنے اور سمجھنے کا موقع ہی نہ دیا۔

"مگر اب اگر بارات واپس گئی تو اس کی ذمہ دار آپ ہوں گی کیونکہ آپ کے بنا....."

"جائیے یہاں سے۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہاں سے جانے کا کہا مگر وہ وہیں کھڑا رہا۔

"آئی سیڈ لیو۔" وہ زچ ہو کر ذرا غصہ سے بولی تو اسے وہاں سے جانا ہی پڑا۔

"فضول میں..... حد ہوتی ہے ہر بات کی۔" وہ خود سے الجھی مگر اس کی کہی گئی بات پہ وہ ششدر رہ گئی۔

"بارات واپس..... تو کیا پہلے بارات واپس چلی گئی تھی، عارفہ اتنا کچھ فیس کیا تم نے..... اتنا بڑا ظلم۔" وہ بمشکل ہی اپنی جگہ پہ کھڑی رہ پائی تھی کہ یک دم صوفے پہ ڈھے گئی۔

❁✧✧✧❁✧✧✧❁

علی الصبح وہ اٹھی تو ثمرین اس کے کمرے میں چائے لائیں۔ اس نے چائے سائڈ ٹیبل پہ رکھی اور کھڑکی کے پردے پیچھے کیے۔ سورج کی کرن اسے اپنے چہرے پہ محسوس ہوئی تو وہ نیند سے بیدار ہوئی۔

"آپ..... آپ کیوں آئی ہیں؟" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ابھی تک ناراض ہو؟" وہ اس کے قریب بیٹھ گئیں۔

"عارفہ کہاں ہے؟ اسے بلوا دیں پلیز..... مجھے اس سے بات کرنا ہے۔" وہ بستر سے نیچے اتری اور وہاں سے جانے لگی۔

"دونوں جا چکے ہیں۔" ان کی دی ہوئی اطلاع اس پہ قیامت بن کر ٹوٹی تھی۔ گزشتہ رات احمر نے جو خبر اور دھمکی اسے دی تھی، وہ سب سن کر خود کو سنبھال نہ پائی مگر عارفہ سے بات کرنے کی ہمت نہ کر پائی تھی۔

"مجھ سے ملے بنا کیسے؟" اس نے دکھ سے کہا۔

"وہ تو ملے بنا جانا نہیں چاہتی تھی مگر احمر نے ہی اسے کہا کہ تم نے شادی پہ آنے کی حامی بھر لی ہے۔"

"نام مت لیں اس کا میرے سامنے، میں نے ایسا کچھ نہیں کہا بلکہ اس نے ہی....." وہ بات کرتے ہوئے رک گئی۔

"کیا.....؟" انہوں نے جاننا چاہا مگر وہ خاموش رہی۔

"جانتی ہوں تم اب میرا اعتبار نہیں کرو گی لیکن میرا ارادہ تمہاری زندگی میں تمہاری دوست کو واپس لانے کا تھا اور اس کو بھی۔"

"کوئی نہیں ہے وہ میرا..... بس کریں آپ۔" وہ ذرا نمی سے بولی۔

"ماں نہیں ہوں تمہاری لیکن تمہارے حلق میں رہ جانے والے لفظوں اور آنکھوں میں جذب ہونے والے آنسوؤں کو سمجھ سکتی ہوں۔" ان کی بات سن کر وہ ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

❁✧✧✧❁✧✧✧❁

اگلے روز کی فلائٹ سے دونوں پاکستان واپس آ گئے تھے۔ عارفہ اس پہ خوب بگڑی رہی تھی۔

"حقیقت کیوں نہیں بتائی؟" لیکن اس کا یہی کہنا تھا۔

"جو وہ چاہتا ہے وہ اسے نہیں سمجھ سکتی کبھی بھی۔"

بایوں کی رات تھی اور اس کی نظریں دروازے پہ ٹھہری تھیں۔ ایسا گمان ہو رہا تھا کہ وہ اپنے دلہا کا انتظار

کر رہی ہے مگر درحقیقت اسے اپنی دوست کا انتظار تھا۔ اس کا انتظار کرتے کرتے پورا دن گزر گیا مگر وہ نہیں آئی۔

"ماہم..... اب تک تو اسے آجانا چاہیے تھا ناں۔" وہ اداسی سے بولی۔

"آجائے گی..... مجھے امید ہے۔"

"امید تو مجھے بھی ہے مگر تمہی دیکھو ناں شام ہوگئی اور ابھی تک....." اسی اثناء میں دروازے پہ دستک ہوئی۔ نجم صاحب اٹھے اور مین گیٹ کھولا۔

"ماشاء اللہ..... ماشاء اللہ آجاؤ..... صبح سے عارفہ دروازے پہ نظریں لگائے بیٹھی ہے۔ شکر ہے آپ لوگ آگئے۔" انہوں نے خوش خلقی سے انہیں خوش آمدید کہا اور فاروق صاحب سے مصافحہ بھی کیا۔

وہ لان سے لاؤنج میں مہمانوں کے ساتھ داخل ہوئے۔ ابھی عارفہ اس سے بات کرنے میں ہی مگن تھی کہ اس نے اپنے سامنے آئم کو پایا جو فاروق صاحب اور ثمرین کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہو رہی تھی۔

"آئم آگئیں تم.....!" وہ فوراً اپنا پیلا شرارہ سنبھالتے ہوئے اٹھی اور اس کی طرف بھاگی۔

"میں جانتی تھی تم ضرور آؤ گی۔" اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

"ہاں..... کیوں نہیں آنا تھا میں نے اپنی دوست کی شادی پہ، میں نہ آؤں ایسا ہو سکتا ہے بھلا؟" وہ اس کے گلے لگ گئی۔

"اوئے یہ کیا پہن کر آئی ہے؟" وہ اس سے الگ ہوئی اور اس کے کپڑوں کی طرف دیکھ کر بولی۔

"کہاں ہیں ایسے کپڑے میرے پاس اور کہاں وقت تھا ایسے کپڑے بنوانے کا؟" اس نے افسردگی سے منہ بنایا۔

"پتا تھا مجھے..... جلدی سے اندر جاؤ اور چینج کر کے آؤ۔" اس نے ماہم کو اشارہ کیا اس کے ساتھ جانے کا کہا تو آئم کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔

"ٹیک اٹ ایزی..... اپنے جیسا ہی بنوایا ہے تمہارا بھی، اب جاؤ۔" اس نے ذرا زور دے کر کہا تو وہ مسکرا دی۔

"قسم سے..... جلن ہو رہی ہے مجھے آپ دونوں کی دوستی کو دیکھ کر۔" ماہم رشک کرتی بولی۔

"نظر نہ لگانا ہمیں۔" عارفہ نے منہ بنا کر اسے خوب تنگ کیا۔ مہندی لگانے والی اس کے پاس آ کھڑی ہوئی تو اس نے ماہم کو اسے چینج کروانے کے لیے، وہاں سے لے جانے کا اشارہ کیا۔

"پہلے ہی کسی کی نظر نے ہماری زندگی کے دو سال ہم سے چھین لیے۔" اس نے دل میں سرگوشی کی۔ اس کے چہرے پہ چھائی اداسی کو عارفہ محسوس کر چکی تھی، تب ہی وہ ماہم سے بولی۔

"جاؤ بھی..... اور ہاں مہمانوں کے لیے کولڈ ڈرنک بھجوا دینا اور میری دوست کو کافی بنا کر دینا میں تب تک مہندی لگوا لوں۔ لیکن ایک ہاتھ پہ تم سے ہی لگواؤں گی او کے۔" اس کی بات پہ آئم نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلا کر جواب دیا۔

❁✧✧✧❁✧✧✧❁

مرتضیٰ صاحب اور ان کی بیگم عمرے کے بعد پاکستان واپس آ چکے تھے۔ مینہ نے انہیں ساری بات سے آگاہ کر دیا تھا۔ انہیں خوشی اس بات کی تھی کہ ان کا بیٹا نارمل زندگی کی طرف لوٹ رہا ہے۔ نجم صاحب کے اصرار پہ ہی انہوں نے عارفہ کی شادی میں شرکت کی ہامی بھر لی تھی۔ نجم صاحب کے ذہن میں ایک الگ بات ہی پنپ رہی تھی۔ جس کے لیے دونوں خاندان (مرتضیٰ صاحب اور فاروق صاحب) کا آپس میں آمنا سامنا ہونا ضروری تھا۔ اگلے روز مہندی کی رات تھی۔ پورے گھر کو روشنیوں سے سجایا گیا تھا اور گھر کے لان میں ہی مہندی کی تقریب کے لیے بندوبست کیا گیا تھا۔

"دیکھیں مرتضیٰ صاحب، بات ساری قسمت اور مقدر کی ہوتی ہے۔ ہماری بیٹی کا نصیب آپ کے گھر میں نہیں تھا لیکن ہماری دوسری بیٹی میرا مطلب اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو....." نجم صاحب ان کے ساتھ بیٹھتے

ہوئے بولے۔ ان کی کہی بات کا مطلب مرتضیٰ صاحب اچھے سے سمجھ چکے تھے لیکن ان کے منہ سے سننا چاہتے تھے۔

"ان سے ملیے..... یہ فاروق صاحب ہیں آئمہ کے والد۔" نجم صاحب نے فاروق صاحب کو اپنی جانب آتا دیکھا تو فوراً اٹھ کر ان کا تعارف کروایا۔

"اور یہ مرتضیٰ صاحب ہیں..... خیر سے ایک ہفتہ پہلے ہی عمرہ کر کے لوٹے ہیں۔"

"ماشاء اللہ، بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔" فاروق صاحب نے ان سے مصافحہ کیا۔

تینوں میں بات چیت کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا جبکہ اندر ایک دفعہ محفل پھر سے ویسے ہی جمی جیسے آج سے دو سال پہلے جمی تھی۔ فیصل آباد کی تمام لڑکیاں مقابلے کے لیے تیار تھیں سوائے آئمہ کے۔ مینہ، آئمہ کے چہرے کی اداسی سمجھ چکی تھی کیونکہ احمر اسے سب بتا چکا تھا۔

"آپ نہیں آئیں گی؟" مینہ اس سے سوالیہ انداز سے بولی جو بے بی پھپو کے پاس بیٹھی انہیں مہندی لگا رہی تھی۔

"نہیں..... بے بی پھپو کو مہندی لگا رہی ہوں۔" اس نے بڑی صفائی سے انکار کیا تو مینہ نے خاموشی سے وہاں سے جانا ہی مناسب سمجھا۔

"میری بچی میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا، مجھے معاف کر دینا۔ نجانے اس وقت مجھے کیا ہو گیا تھا، مجھے سمجھ ہی نہ آیا کہ....." وہ معذرت خوانہ انداز میں بولیں۔ اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتیں، آئمہ نے تیزی سے ان کی بات کاٹ دی۔

"نہیں پھپو..... ایسا نہ کہیں پلیز۔" اس نے انہیں معافی مانگنے سے منع کیا۔

"اللہ تمہارا نصیب اچھا کرے آمین۔" وہ دعائیہ انداز میں بولیں تو اس کے چہرے پہ مسکراہٹ اور ڈمپل واضح ہوئے۔ اسے خوشی تھی کہ بے بی پھپو کو اپنے کیے ہوئے کا پچھتاوا ہے۔

"میں آج تک سمجھ ہی نہ پائی کہ نصیب تو رب سوہنا جوڑتا ہے۔ ہم بھلا کون ہوتے ہیں اس کے کام میں دخل اندازی کرنے والے، تمہارے نصیب میں بھی اس نے اسی کو لکھ دیا ہے اور دیکھنا وہی تمہارے لیے بہترین ثابت ہوگا ان شاء اللہ۔" بے بی پھپو کی نظروں میں اپنے کیے کی ندامت تھی۔ اس نے بھنویں سکیڑ کر انہیں دیکھا اور ان کی بات کو قدرے غور سے سنا مگر سمجھ نہ سکی۔

"اچھا..... ہاتھ تو سیدھا رکھیں۔ باتیں کرتے ہوئے انگلیاں جوڑ دیں آپ نے۔" ان کی انگلیوں پہ لگی خراب مہندی کو دیکھ کر وہ ان کی باتوں کے حصار سے باہر نکل کر ہنس کر بولی۔

"چلو کوئی بات نہیں..... بہت اچھی لگا دی ہے مہندی تم نے۔" وہ خوشی سے مسکرائیں۔

"اللہ تم دونوں کو خوش رکھے آمین۔"

"دونوں؟" اس نے سوالیہ کہا اور ان کی بات کو سمجھنا چاہا۔

"ہاں احمر اور....." ان کے منہ سے ادا ہونے والے لفظوں پہ اس کا منہ حیرت کے مارے کھلا کا کھلا ہی رہ گیا۔

"بے بی پھپو..... آپ کو باہر ایک آنٹی بلا رہی ہیں۔" مینہ کی غیر متوقع آمد پہ بے بی پھپو کے الفاظ ان کے منہ میں ہی رہ گئے تھے۔ بے بی پھپو اس کے پاس سے اٹھیں اور باہر چلی گئیں۔

"احمر اور....." آئمہ ان کے الفاظ دہراتے ہوئے تذبذب کا شکار ہوئی۔

"آپ کو کیا ہوا بھابی؟"

"بھابی؟" اب کے مینہ کی بات پہ اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئیں۔

"اچھا میں چلتی ہوں۔ کھانا لگ گیا ہوگا۔" مینہ اپنے ہی منہ سے نکلے لفظوں پہ خود کو کوستی ہوئی وہاں سے ایسے غائب ہوئی جیسے وہاں تھی ہی نہیں۔

"یہ سب کیا ہے..... کیا ہو رہا ہے یہاں؟ کچھ تو ہے۔" وہ خود سے گویا ہوئی۔

مہندی کی پوری تقریب میں وہ احمر کو ہی ڈھونڈتی رہی مگر احمر کا وہاں کوئی نام ونشاں نہ تھا۔ اس نے کئی دفعہ مینہ سے پوچھنے کی کوشش کی مگر پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ عارفہ اس کی متلاشی نظروں کی بے قراری کو اچھے سے سمجھ رہی تھی لیکن وہ چاہتی تھی کہ آئم اس سے خود پوچھے۔ مہندی کی رسم کے بعد اس نے چاروناچار اس سے پوچھ ہی لیا۔

"عارفہ وہ کہاں ہے؟" عارفہ نے شرارت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟" وہ تذبذب کا شکار ہوئی۔

"دیکھ رہی ہوں اتنی بے قراری۔" وہ کھسیانی ہنسی ہنس دی۔

"عارفہ پلیز..... کچھ تو شرم کرو، آج اس کے نام کی مہندی لگی ہے تمہارے ہاتھ پہ اور تم ہو کہ پھر سے..... جانتی بھی ہو کہ اس مذاق نے....." وہ تنبیہی انداز میں بولی۔ عارفہ جو ابھی دبے دبے انداز میں ہنس رہی تھی۔ اب کے کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

"عارفہ..... پاگل ہوگئی ہو کیا؟"

"ہاں..... یہی سمجھو۔"

"ہر کوئی عجیب بی ہیو کر رہا ہے..... مینہ، بے بی پھپھو اور اب تم۔" وہ الجھ کر بولی۔ عارفہ نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر کچھ دیر توقف کے بعد بولی۔

"تمہارا مسئلہ کیا ہے آخر، کس سے چھپ رہی ہو تم اور کس سے چھپا رہی ہو؟" اب کے وہ سنجیدہ ہوئی۔

"کسی سے نہیں اور تم جیسا سوچ رہی ہو ویسا کچھ بھی نہیں ہے کل شادی ہو رہی ہے تمہاری اس سے سمجھو اس بات کو۔" اس نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

"یہی تو..... میں تو سمجھ رہی ہوں لیکن شاید تم....." اس سے پہلے عارفہ مزید کچھ بولتی آئم نے اسے روکا۔

"پلیز عارفہ..... تمہارے ذہن میں جو کچھ بھی چل رہا ہے بہتر ہے اسے نکال دو۔" اس نے چاہا کہ وہ مزید کچھ کہے لیکن اس کی زبان نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ اس کے الفاظ اس کے حلق میں ہی دب کر رہ گئے تھے۔ عارفہ نے اسے قدرے غور سے دیکھا تو وہ اس سے نظریں ملا نہ پائی اور اس کے پاس سے آناً فاناً غائب ہوگئی۔

عارفہ اس کی آواز کی نمی کو محسوس کر چکی تھی۔ اس نے موبائل نکالا اور میسج ٹائپ کرتے ہوئے مطلوبہ شخص کو بھیجنے کے بعد، رضوان کی تصویروں کو جو اس نے اپنے ہاں مہندی کی رسم کی اسے بھیجی تھیں دیکھنے لگی۔ اسے عارفہ کا میسج موصول ہوا تو اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"لاہوری لڑکے فیصل آباد کی لڑکی دل ہار بیٹھی ہے تم پہ باہر ہی آرہی ہے ابھی اس سے بات کرلو تو ہوسکتا ہے کہ تمہارا کام ہوجائے اور ہاں میرا گفٹ تیار رکھنا۔" اس نے جیسے ہی اس کا میسج پڑھا تو فوراً بالکنی میں آیا جہاں اس نے اسے لان میں ٹہلتے ہوئے پایا۔ رات بھلے ہی گہری تھی لیکن لان میں موجود ہلکی پیلی روشنی میں وہ اسے صاف نظر آرہی تھی۔ اس کا حسن ان ٹمٹماتی روشنیوں میں قابل دید تھا۔

"میں کیسے تمہیں بتاؤں کہ میں واقعی تم پہ اپنا سب کچھ ہار بیٹھا ہوں۔" وہ دل ہی دل میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ دیر کیے بنا ہی بالکنی سے کمرے میں آیا اور شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے بال سنوارنے لگا۔

"بھائی بہت بہت مبارک ہو۔" مینہ نے بلا اجازت دروازہ کھولا۔ "اوئے ہوئے۔" اس کی تیاری دیکھتے ہوئے مینہ نے اسے خوب چھیڑا۔ "ابھی تو رشتہ پکا ہوا ہے لڈو بھائی، بارات نہیں لے کر جانی۔" اس نے اس کی بات کو سن کر بھی ان سنا کیا اور فوراً وہاں سے بھاگ گیا۔

"کیا ہوگیا لڈو بھائی؟" وہ اس کے پیچھے پیچھے بھاگی لیکن وہ سیڑھیوں سے ہوتا ہوا نیچے جا چکا تھا۔ وہ فوراً بالکنی میں آئی۔ "اوہ....." اسے لان میں پا کر اسے آگے کی ساری کہانی سمجھ آگئی تھی۔ وہ لان میں آیا۔

"مس ماہم..... کافی ہی پلا دیجیے، واقعی آپ کے ہاں کے لوگ تو بڑے ہی بے مروت ہیں۔ کم از کم آپ سے ہمارا کیا رشتہ جڑنے والا ہے اسی کا لحاظ ہی کرلیں۔" اس

نے بھلے ہی یہ سب ماہم سے کہا لیکن آئم سمجھ چکی تھی کہ وہ یہ سب اسے ہی کہہ رہا ہے۔ اس نے مڑ کر آئم کو دیکھا جو پلٹ کر اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"چھت پہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں مجھے کچھ بات کرنی ہے تم سے۔" وہ اس کے قریب آیا اور ایک چٹکی بجاتے ہوئے نیم انداز میں مسکرا کر بولا تو وہ اپنے حواسوں میں واپس آئی۔

"مگر مجھے......" اس سے پہلے وہ کچھ کہتی وہ اس کے پاس سے ہوتا ہوا چھت پہ چلا گیا۔

"آخر یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟" وہ اندر ہی اندر الجھ رہی تھی۔ اس کا جی چاہا کہ وہ فوراً آگے بڑھے اور اسے کہہ دے کہ اسے اس سے کوئی بات نہیں کرنی۔ وہ چھت پہ کسی صورت نہیں جائے گی لیکن کچھ ایسا تھا جو اسے یہ سب کرنے سے روک رہا تھا۔ وہ اندر لاؤنج میں آئی تو سب ہی لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ہلکی خوشی باتیں کرنے میں محو تھے۔ بے بی پھپو اس کے قریب آئیں اور اس کا منہ میٹھا کروایا۔

"اللہ تعالیٰ تمہارا نصیب اچھا فرمائے میری پیاری بیٹی۔" فاروق صاحب اس کے قریب آئے اور اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ مرتضیٰ اور نجم صاحب سمیت گھر کے سب ہی افراد نے اسے مبارک باد دی۔ اب اس کی سمجھ میں سب آنے لگا تھا۔

"پھر سے وہی کچھ دہرانے جا رہا ہے۔" یہ سوچ کر اس کا دل دہل کر رہ گیا تھا۔

"اتنا بھی کیا ہو گیا کہ رات کے اس پہر یہ لوگ......" اس کے ذہن میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔

"اتنے دن ہو گئے تمہیں ہنستے نہیں دیکھا۔ اب تو ہنس دو۔" ثمرین اس کے قریب آئی تو وہ اپنے خیال سے نکلی۔ اس نے اس کی طرف بے چارگی سے دیکھا اور وہاں سے چلی گئی۔

"شرما گئی بچی ہماری۔" بے بی پھپو لاڈ سے بولیں تو سب ہی ہنس دیے۔

❁ ❖ ❖ ❁ ❖ ❖ ❁

"یہ سب کیا ہے عارفہ...... کیا پاگل پن ہے؟" اس نے جھٹ دروازہ کھولا اور اس پہ بھڑک اٹھی۔

"ریلیکس...... ریلیکس...... مجھے تو لگا تھا تم مٹھائی لے کر آؤ گی۔" عارفہ قدرے سکون سے بولی تو اسے مزید غصہ آیا۔

"خیر...... لو منہ میٹھا کرو تمہاری پسند کی چاکلیٹ۔" اس نے اس کی طرف چاکلیٹ بڑھائی تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا۔

"پھر سے وہی سب دہرا رہی ہو تم کیوں یار؟ پلیز روکو ان سب کو۔" وہ بمشکل ہی خود کو پرسکون کر پائی تھی۔ عارفہ کی طرف سے کسی قسم کے ردعمل کا اظہار تک نہ کیا جس کی وجہ سے وہ زچ ہو کر پھر سے بولی۔

"ایسا بھی کیا ہو گیا کہ رات کے ایک بجے یہ لوگ......"

"تو رشتہ پکا کرنے کے لیے اب کیا تم دونوں کی کنڈلیاں ملائیں؟" وہ بولی۔

"سمجھاؤ ان سب کو تمہارے ساتھ میں یہ سب نہیں ہونے دوں گی، اب اسے مکرنے نہیں دوں گی، عارفہ وہ آخر سمجھتا کیا ہے ہم دونوں کو۔" آخر وہ بے ضبط ہو کر رو دی۔

"سمجھنے کی ضرورت تمہیں ہے آئم اور تمہیں کیا لگتا ہے کہ میرے ساتھ کوئی ظلم ہو رہا ہے؟" اس نے سوالیہ انداز میں اسے پوچھا۔ وہ اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی غرض سے اسے بغور دیکھنے لگی۔

"ہرگز نہیں، ظلم تب ہوتا جب اس شخص کو مجھ سے جوڑ دیا جاتا جس کے [illegible]، میں ہوں ہی نہیں۔" عارفہ کی آنکھیں بھی بھیگ چکی تھیں۔

"عارفہ...... مکر رہا ہے اب وہ۔" وہ عارفہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے دلاسہ دیتے ہوئے بولی۔

"یار...... تم مکر رہی ہو...... وہ نہیں۔" اس نے ذرا ڈپٹ کر کہا۔ اس کا حال دیکھ کر ایک لمحے کے لیے تو آئم کا

دماغ سٹپٹا کر رہ گیا۔ عارفہ نے خود کو سنبھالا اور پھر کچھ دیر توقف کے بعد اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"اپنی ڈائری پہ اپنے ہی ہاتھوں سے لکھے گئے، اس لازوال جذبے کو ایک مرتبہ ضرور پڑھ لو تم پلیز محبت کی یوں بے حرمتی نہیں کرتے آئم اور تمہاری محبت تو ہے بھی پاک دودھ جیسی شفاف۔" اس کی بات سن کر آئم کا دماغ تقریباً ماؤف ہو کر رہ گیا تھا۔

"مگر تم؟" اس کے منہ سے صرف اتنا ہی نکلا تھا۔

"میری فکر کرنے کے لیے رضوان ہے ناں اور میں اس کے ساتھ بے حد خوش ہوں۔" آئم نے بھنویں سکیڑتے ہوئے اسے سوالیہ انداز سے دیکھا تو اس نے اپنا موبائل کھولا اور گیلری کو ٹٹولتے ہوئے اسے رضوان کی تصویر کھول کر دکھائی۔

"یہ ہیں میرے منگیتر، مجھے ان کے نام کی مہندی لگی ہے آج احمر کے نام نہیں۔" آئم کی حیرت قابل دید تھی۔ اس کی گہری آنکھوں میں چمک کے ساتھ ساتھ شکوہ بھی تھا۔

"اتنا کچھ ہو گیا اور تم نے مجھے بتایا تک نہیں؟"

"کیسے بتاتی، تم نے کچھ سنا ہی کب تھا؟" وہ زخمی انداز میں مسکرائی۔

"مگر عارفہ..... یہ سب غلط ہے، سراسر غلط ہے، تم کیسے؟" وہ تناؤ کا شکار ہوئی تو عارفہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اسے پرسکون کیا۔

"کچھ بھی غلط نہیں ہو رہا اور ویسے بھی اس ہارے ہوئے لاہوری لڑکے سے بھلا مجھ فیصل آباد کی لڑکی کا کیا جوڑ؟" اس نے اپنے آنسو آنکھوں کے کنارے سے رگڑ کر صاف کیے اور استہزائیہ انداز میں بولی۔

"ہوں تو میں بھی فیصل آباد کی۔" اس نے جیسے اسے یاد کروایا تو وہ ہنس دی۔

"ہاں..... لیکن تم سے تو وہ ہارا تھا ناں اور پھر تمہیں پہ اپنا دل بھی ہار بیٹھا۔"

"عارفہ..... مگر میں اسے....." اس سے پہلے وہ کچھ کہتی عارفہ کے موبائل پہ بیپ ہوئی۔ اس نے فون اٹھایا تو احمر کی طرف سے میسج تھا۔

"اسے کہنا کافی کے ساتھ ساتھ مٹھائی بھی لیتی آئے۔"

"کافی کے ساتھ ساتھ مٹھائی بھی لیتی جانا۔" اس کی بات پہ آئم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"میں نے کیا کہا ہے؟ اس نے فرمائش کی ہے۔" عارفہ بچوں کی طرح بولی اور موبائل اس کے سامنے کرتے ہوئے نیم انداز میں مسکرائی۔

"میں نہیں جا رہی کہیں۔" اس نے کندھے اچکائے اور اس کے برابر بیٹھ گئی۔

"چلی جاؤ یار..... پہلے ہی سردی بہت ہے بیمار ہو گیا ناں تو مجھے مت کہنا۔" عارفہ نے اپنے کندھے سے اس کے کندھے کو مارا اور اسے چھیڑا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"بہت برے ہو تم دونوں۔" اس نے خفگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"اچھا اب جاؤ۔" عارفہ ذرا زور دے کر بولی۔

"تم خوش تو ہو ناں؟" وہ آنکھوں میں احساس ندامت لیے بولی۔

"ہاں..... بہت خوش اور پلیز اب جاؤ۔" اس نے تائیدی انداز میں کہا۔

"اچھا سنو۔" اس کی بات پہ وہ رکی۔

"اسے جلیبیاں پسند نہیں..... وہ لے کر نہ جانا۔ اوکے اور ہاں وہ بلیک کافی بالکل بھی نہیں پیتا۔" اس نے اسے تفصیلاً بتایا اور ساتھ ہی ساتھ معنی خیز انداز میں اسے دیکھ کر شرارتی ہنسی ہنس دی۔

"اممم..... اچھا۔" جواباً وہ بھی کھلکھلا کر ہنس دی اور وہاں سے چلی گئی۔

وہ سمجھ چکی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے؟ وہ کچن میں آئی تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے ساز پین اٹھایا اور کافی کے لیے پانی گرم کیا۔ دودھ کے لیے اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی

لیکن اسے دودھ کا برتن کہیں نظر نہیں آیا۔ فریج میں دیکھا تو وہاں صرف مٹھائی ہی مٹھائی تھی۔

"یہی سہی۔" اس نے بلیک کافی کپ بورڈ سے نکالتے ہوئے خود سے کہا اور اندر ہی اندر عارفہ کی بات کو سوچتے ہوئے گدگدائی۔

"اسے جلیبیاں پسند نہیں وہ لے کر نہ جانا او کے اور ہاں وہ بلیک کافی بالکل بھی نہیں پیتا۔" اس نے پلیٹ میں بالترتیب مٹھائی کی بجائے جلیبیاں رکھیں اور گرم کھولتے پانی میں کافی ڈالتے ہوئے خوب کھلکھلا کر ہنسی۔

"اب آئے گا مزہ۔" اس نے کافی کا کپ ایک ہاتھ میں پکڑا اور دوسرے ہاتھ میں جلیبیوں والی پلیٹ۔ باہر آئی تو ثمرین اور ماہم کو اپنا منتظر پایا۔

"کہیں تو میں ہیلپ کروا دوں آپ کی؟" ماہم نے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں...... اس کے لیے میں اکیلی ہی کافی ہوں۔" وہ بھی اسی کے انداز میں بولی۔ ثمرین نے محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ایک عرصے بعد وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"تھینک گاڈ تم ہنسی تو...... میں جانتی تھی تمہارا علاج یہیں فیصل آباد میں ہی ہے۔"

"شکریہ ماں۔" اس نے محبت سے کہا۔ پہلی بار اس نے انہیں ماں کہہ کر پکارا تھا۔ ثمرین کی آنکھوں سے آنسو زاروقطار بہنے لگے۔

"شکریہ کی کوئی بات نہیں آئم بیٹی...... خیر جاؤ کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" انہوں نے اس کا گال تھپتھپایا اور وہاں سے چلی گئیں۔

"بیسٹ آف لک۔" ماہم نے ہاتھ کے اشارے سے کہا اور پھر وہاں سے چلی گئی۔

اسے اس کا انتظار کرتے ہوئے تقریباً آدھے گھنٹے سے زیادہ کا وقت ہو چکا تھا لیکن وہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔ اس نے ایک نظر اپنے موبائل پہ ڈالی اور وقت دیکھا۔

"ایک بج کر تینتیس منٹ۔" وہ زیرلب خود سے بولا۔

"اس رشتے سے تو وہ خوش ہوگی؟"

"کیوں خوش نہیں ہوگی، آخر مجھ میں کمی کس چیز کی ہے؟" اس نے خود کو خود ہی جواب دیا۔ آئم سیڑھیاں چڑھتے ہوئے چھت کی جانب آئی تو اس کے منہ سے ادا ہونے والے یہ الفاظ سن کر وہ بے ساختہ ہنس دی۔

"کامن سینس یعنی کہ عقل سلیم کی۔" اس نے اسے پیچھے مڑ کر دیکھا تو جہاں کھڑا تھا وہیں ساکت رہ گیا۔ وہی ہنسی، وہی لہجہ، وہی انداز اور وہی طنز جو اس نے آج سے دو سال پہلے اس پہ کیا تھا۔ وہ اس کے قریب آئی اور کافی کا کپ اس کے سامنے کرتے ہوئے بولی۔

"آپ کی کافی۔" وہ تقریباً حواس باختہ ہو چکا تھا۔ اسے یاد رہا تو صرف اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ۔

"ایکسکیوز می۔" اس نے ذرا زور دے کر کہا تو وہ اپنے حواسوں کو بحال کرتے ہوئے بولا۔

"ہاں......" اس نے آنکھیں جھپکا کر اسے دیکھا تو آئم نے کافی اس کے سامنے کی۔ اب اسے اس کی کافی کے حوالے سے رائے کا انتظار تھا۔ اس نے ایک گھونٹ بھرا ہی تھا کہ اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ کافی کا گھونٹ وہ بمشکل ہی حلق میں اتار پایا تھا۔

"یہ کیا...... بلیک کافی؟" اس کی طرف سے شدید قسم کے ردعمل کا اظہار دیکھ کر آئم کے ہونٹوں پہ پھیلی مسکراہٹ اور گہری ہوئی۔

"ہم فیصل آباد کے لوگ بے مروت ہیں ناں تو ہماری ہر چیز بھی بے مروت ہے مسٹر احمر مرتضیٰ صاحب۔" اس نے صاف اور واضح لفظوں میں خوب صورت انداز سے طنز کیا۔

"اگر آپ کے ہاتھ کی یہ بے مروت کافی ہمارے نصیب میں لکھی ہے تو مروت کی کس کمبخت کو ضرورت ہے بھلا؟" وہ مسکرایا اور ہیرو بنتے ہوئے ایک اور گھونٹ بھر کر اس کی طرف دیکھ کر پھر سے مسکرایا۔

اب کے اس نے مٹھائی کی پلیٹ اس کے سامنے کی۔

پلیٹ میں موجود جلیبیوں کی طرف دیکھتے ہی اسے ایک دھچکا لگا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ اسے تنگ کرنے کے ارادے سے ہی آئی ہے۔

"مس آئمہ فاروق صاحبہ۔" اس نے اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھا تو وہ اس سے نظریں چرانے لگی۔

"اب آپ کے نام ہو چکے ہیں ہم، ہمیں کچھ بھی کھلائیں گی تو اف تک نہیں کریں گے۔" وہ معنی خیز انداز میں بولا تو آئمہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تو زہر بھی چلے گا؟" وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔

"تو کیا آپ کے پاس خالص زہر دستیاب ہے؟" اس نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔

"ہاں..... ہے ناں۔" وہ ذرا ہولے سے بولی۔

"کیا.....؟" وہ رومانٹک انداز میں بولا۔

"یہ بلیک کافی۔" اس نے اس کے ہاتھ میں موجود کافی کے کپ کی طرف اشارہ کیا۔

"اب اس زہر کا کہاں اثر ہونے والا ہے مس آئمہ؟ یہ تو اب امرت بن چکی ہے۔" وہ گہری سانس لیے بولا تو آئمہ شرما گئی۔

"تو تمہیں شرمانا بھی آتا ہے؟" اس نے پلیٹ میں سے ایک جلیبی اٹھا کر حیرت کا اظہار کیا۔

"تو.....؟" آئمہ لڑنے والے انداز میں بولی۔

"مجھے تو لگا تھا..... تم پہلے کی طرح بدتہذیب، بدلحاظ اور....."

"ایکسکیوزمی۔" اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کرتا اس نے اس کی بات کاٹ دی۔

"واپس کیجیے میری کافی اور یہ مٹھائی بھی۔" اس نے جلیبی اس کے ہاتھ سے چھینی اور کافی کے کپ پہ جھپٹی۔

"ہاں تو یہ لو..... ویسے بھی دل پہ پتھر رکھ کر ہی برداشت کر رہا تھا یہ دونوں چیزیں۔" اس نے شرارت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور اندر ہی اندر گدگدایا۔

"تو بس ٹھیک ہے..... اب پتھر ہی رکھیے۔" وہ منہ بسور کر بولی اور وہاں سے جانے لگی۔

"تو پھر میں ہاں سمجھوں؟" وہ استفہامیہ انداز میں بولا تو وہ جاتے ہوئے رکی۔

"ہاں....." وہ پلٹ کر بوکھلاتے ہوئے بولی۔

"نن..... نہیں..... نہیں۔"

"ہاں یا نہیں؟" وہ محبت سے مسکرایا۔

"رات بہت ہوگئی ہے مجھے چلنا چاہیے۔"

"رکو....." وہ اس کے قریب آیا۔

"رات تو واقعی بہت ہوگئی ہے۔ اب مجھے اپنی زندگی کی صبح کا انتظار ہے ایسی صبح جس میں تمہارا ساتھ ہو۔" اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور مسکرا دی۔

"تم نہیں جانتیں کہ کتنی راتیں میں نے اذیت میں گزاری ہیں۔ اب ایک رات اور نہیں مجھے تم چاہیے ہو۔ تمہارا خوب صورت احساس تمہارا خوب صورت ساتھ۔"

"سوچ لیجیے..... کیونکہ ہر صبح میرے ہاتھ کی بلیک کافی ہی آپ کے نصیب میں ہوگی؟" اس نے مزاحیہ انداز میں کہتے ہوئے اسے دھمکایا جس پہ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"منظور ہے میڈم۔" وہ سر کو ذرا خم دے کر بولا تو وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی۔

بھلے ہی ایک مذاق نے ان کی زندگی کے دو سالوں کو ان سے چھین لیا تھا لیکن اسی مذاق نے بہت سی زندگیوں کو بھی بچا لیا تھا۔ جہاں وہ اس مذاق کو "تلخ یاد" کہتی تھی۔ آج ثمرین خان کے رکھے گئے ناول کے نام کے مطابق اسے "خوب صورت مذاق" کہا کرتی تھی۔ زندگی کی طرف سے ملنے والا یہ گھاؤ بھلے ہی بہت گہرا تھا لیکن اس پہ کیا گیا صبر اور اس کا صلہ انہیں اللہ کی طرف سے ایک دوسرے کے ساتھ کی صورت میں دیا گیا تھا۔

www.naeyufaq.com